استاد طبعیات مسلم یونیورسٹی نے کیا ہی، اور بادل کے بچے، اس کا نام رکھا ہی، اصل کتاب مین صرف اس قدر ترمیم کیا ہی کہ نام اسلامی اور طرز گفتار ہندوستانی کر دیا ہی چودہ بابون مین مسائل کی تشریح کی ہی، اسلوب بیان سہل اور بچون کے لئے دلپسند ہی، چھوٹی تقطیع، ۷۱ صفحات، قیمت ۸؍ مترجم صاحب سے ملیگی،

آزادی ہند، سی، ایف، اینڈریوز کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ، سہیل نگینوی صاحب رکن دار الترجمہ جامعہ ملیہ علی گڈھ نے اس نام سے کیا ہی، جس مین بتایا گیا ہی کہ ہندوستان کی قومی آزادی کا کیا مفہوم ہی اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہی، ۲۰ صفحات قیمت شاید ۴؍ شعبۂ تالیف جامعہ ملیہ علی گڈھ،

ٹریڈ یونین، لاہور مین مزدور پیشہ طبقات کو باقاعدہ منتظم کرنے کا خیال چند صاحبون کو ہوا ہی، جن مین پیش پیش جناب غلام نبی خان اور غلام حسین صاحب ایم اے ہین، جو اپنے قلم و دماغ سے اس تحریک کو پھیلانا چاہتے ہین، انقلاب نام ان کا اخبار ورسالہ بھی ہی اور متعدد رسائل بھی انھون نے اس باب مین لکھے ہین، پیش نظر رسالہ مین ہندوستانی مزدورون کو متحد کرنے کی دعوت دی ہی، اور جابجا اپنی انجمنین بنانے کا مشورہ دیا ہی، قیمت ۴؍

جمہور کا سوراج، یہ رسالہ بھی، جناب غلام نبی خان صاحب کی تحریر ہی، اس مین یہ دکھایا ہی کہ مزدوری پیشہ لوگ کیسا سوراج چاہتے ہین، اور ملکی حکومت کا نظام کیا ہونا چاہئے؟ قیمت ۶؍ یہ دونون رسالے "اصلاح بک ڈپو" لاہور سے ملینگے،

جامعہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ کے طلبہ کا ماہوار رسالہ ہی، ابھی صرف پہلا نمبر نکلا ہی، اس کو دیکھکر امید ہوتی ہی کہ یہ اردو رسائل کی صف مین اچھی جگہ حاصل کر لیگا، لیکن ہم کو یہ مشورہ دینا ہی کہ جامعہ کے رسالہ کو نہ صرف کیف ما اتفق چند مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ہونا چاہئے بلکہ کسی خاص مطمح نظر اور نصب العین کو پیش نظر رکھکر اس کے مطابق اور اسی معیار کے ساتھ رسالہ کو چلانا چاہئے، ناظرین سے درخواست ہی کہ وہ طلبائے جامعہ کی اس علمی جد و جہد کی قدر کرینگے، ۵۶ صفحات ۲۶×۲۰ تقطیع، قیمت للعمر سالانہ، شعبۂ تصنیف جامعہ ملیہ علی گڈھ

مجلد یازدہم	ماہ شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	عدد چہارم

مضامین

بہادر خواتین اسلام

گذشتہ مسلمان خواتین کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۸؍

"منیجر"

شذرات

ہندوستان نے گذشتہ سالون مین آستانۂ **خلافت** سے اپنے ہرقسم کے تعلقات قائم کرنے پر بہت زور دیا ہی، اب اس کے امتحان کا وقت آگیا ہی، دولت انگورہ نے شیخ عبدالعزیز شاویش کے زیر سیادت ایک محکمۂ اسلامیہ دینیہ علمیہ قائم کیا ہی، جسکا مقصد دنیائے اسلام کو علمی، تبلیغی اور تعلیمی کوششون مین باہم ایک دوسرے سے پیوستہ کرنا ہی، اسی سلسلہ مین شیخ شاویش نے ایک دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی ترتیب کا اعلان کیا ہی، جس مین موجودہ عالم اسلامی کی تاریخ اور اس کی موجودہ علمی و اصلاحی کوششون کی تفصیل ہوگی، اسی تقریب سے وہ یہ چاہتے ہین کہ محکمۂ مذکور کے احاطہ مین موجودہ مسلمان قومین مختلف ملکون کے اندر اپنی مختلف زبانون مین علم و فن کا جو سرمایہ جمع کررہی ہین، اس کو یکجا کیا جائے، یعنی اسلامی زبانون مین جو تالیفات اور تصنیفات اور کتابین ہین ان کو فراہم کرکے اسلامی زبانون کا ایک مشترک کتبخانہ آستانۂ خلافت مین جمع کیا جائے، شیخ موصوف نے اس غرض کیلئے عربی و ترکی اخبارات مین دنیا کی مسلمان قومون سے درخواست کی ہی، اور اسی سلسلہ مین **ہندوستان** کا نام بھی اونکی زبان پر آیا ہی،

ہندوستان کا علمی حلقہ جو سیاسی کاروبار سے عموماً الگ ہی اس کیلئے یہ پہلا موقع ہے کہ اس شاندار اور عظیم الشان تحریک مین حصہ لے، کہ اسلامی دنیا مین جوش و خروش اور ولولۂ سیاسی کی جو بلندی انکے ملک کو نصیب ہوئی ہی، وہ علمی حیثیت سے پست نہونے پائے، اور اسلامی قومون کی برادری مین اپنی علمی کوششون کے عدم اظہار سے رسوائی نہو، اور اسلامی ملکون کی علمی و دماغی جدوجہد کا جو مرقع انگورہ کی عمارت مین تیار ہو رہا ہی، اس مین ہندوستان کی جگہ خالی نہ رہجائے،

چونکہ شیخ مذکور کا یہ اعلان عربی اخبارات مین شایع ہوا ہی اس لئے **مکۂ مکرمہ** کے ایک ہندوستانی تاجر نے جنکو علمی ذوق ہی اور ہزارون کوس دور رہکر بھی ان کو اپنی زبان نہین بھولی ہے، اونھون نے یہ اعلان پڑھکر اپنے دل مین غیرت محسوس کی کہ اس عظیم الشان اسلامی کتبخانہ مین ہندوستان کے نام کی الماریان خالی پڑی رہین، اونھون نے ایک خط مین ہم کو لکھا ہی کہ اگر آپ اس کام کو اپنے ہاتھ مین لین اور خود اردو کی عمدہ کتابون کو منتخب کرنیکی تکلیف اٹھائین تو مین دو سو روپیے اس مد مین دیتا ہون، اور اونھون نے اپنے چندہ کے بقدر اردو کتابین منتخب کرکے اونکی فہرست بھی بھیجدی ہے،

ہمارے خیال مین اردو کی اعلیٰ اور منتخب کتابون کی فراہمی اور جلد بندی مین ڈھائی ہزار روپیے خرچ ہونگے، دو ہزار کی کتابین اور ۵۰۰ کی جلد بندی ہوگی، اس لئے علم دوست حضرات اور اکابر مصنفین سے درخواست ہی کہ وہ اس کار خیر مین شرکت فرمائین، ارباب مطابع اگر اپنے ہان کی عمدہ کتابین مجلد عنایت فرمائین اور مصنفین اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ عنایت کرین اور اہل استطاعت روپیے سے شرکت کرین تو ہندوستان کا یہ ایک بڑا کارنامہ انجام پائے، اہل مطابع اور مصنفین صرف وہی کتابین بھیجین جو عمدہ لکھی اور چھپی ہون، اور جن کا کاغذ اچھا ہی، اور جو کسی بلند موضوع پر ہون، عام ردی کتابین درکار نہین، کتابون کی جلدین عمدہ ہون، اور ان کے پہلے صفحہ پر صاف اور خوش سلیقگی کے ساتھ دستخط بھی کردین، انگورہ تک براہ راست کتابون کے پہنچنے کا انتظام کرلیا گیا ہی،

ہمارے ایک دوست اور معارف کے قدر دان آصف فیضی کیمبرج سے لکھتے ہین کہ معارف نے ڈاکٹر نکلسن پر جو کچھ لکھا تھا، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اوسکو پسند کیا، اور معارف کے ناقدانہ مباحث علمی مقالات، مستشرقانہ معلومات، اور مشرقی و مغربی علوم و خیالات کی آمیزش

کی اونھون نے داد دی اور اس حیثیت سے ہندوستان کی ترقی پر اپنی خوشی کا اظہار کیا، ہمارے ایک دوسرے کرم فرما اور معارف کے قدرشناس مولوی معین الدین صاحب انصاری نے کیمبرج سے معارف کے شائع شدہ مضمون "وحدۃ الوجود" پر تنقید لکھکر بھیجی ہے، اور اسی کے ساتھ، تصوف پر ڈاکٹر نکلسن کا ایک تازہ خطبۂ علمیہ اُن سے معارف مین اشاعت کی اجازت لیکر ارسال کیا ہے، جو آئندہ شائع ہوگا۔ ابھی برلن سے بھی ایک قدردان معارف کا خط آیا ہے کہ وہ جرمنی کے علمی و تعلیمی حالات سے ناظرین معارف کو آگاہ کرنیکا فرض انجام دے سکتے ہین، سفارت افغانستان مقیم لندن بھی معارف کی قدردانی کا ثبوت دے رہی ہے،

یہ تو مغرب کا حال تھا، مشرق مین بھی اس کی قدردانی کا سامان ہو رہا ہے، ہندوستانی طلبہ مقیم مصر بھی معارف ہی کو اپنے ملک کا علمی نمایندہ سمجھ رہے ہین، اور ہر ہفتہ ان مین سے کسی نہ کسی کا خط آتا رہتا ہے، اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ معارف کے مضمون نگار مولوی ابوالنصر سید احمد صاحب بھوپالی تکمیل تعلیم کی غرض سے مصر گئے ہین، اور بھی کئی طلبہ کے جانیکی امید ہے، ہمارے عربی خوان طلبہ مین یہ ولولہ وہمت جناب نواب حافظ عبید اللہ خان صاحب بالقابہ (بھوپال) کے دست کرم کی ممنون ہے،

ہندوستان کے فارسی گو شعرائے متاخرین مین ایک ملا **غنیمت** ہین، جو بیدل وغیرہ کی صف مین ہین، ہندوستان کے فارسی گو متاخر شعرا، بیدل، غنی، واقف، غنیمت، قتیل ہی لوگ ہین، ان مین بیدل کے بعد، غنیمت، غنیمت ہین، غنیمت پنجاب کے باشندہ تھے، ان کا مزار شہر گجرات (پنجاب) کے قریب واقع ہے، گجرات کے علم دوست اصحاب چاہتے ہین کہ ان کے مزار کی درستی ومرمت کیجائے،

خان بہادر محمد اشرف خان (گجرات) اپنے ایک عنایت نامہ مین معارف کو ادھر متوجہ فرماتے ہین اور اس کیلئے مالی اعانت چاہتے ہین، انکی اطلاع سے یہ سنکر افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ اس مد مین سب سے پہلے ایک ہندو علم دوست رائے صاحب لالہ کدار ناتھ رئیس گجرات نے سبقت کی، افسوس اس کا ہوا کہ مسلمانون سے زیادہ دوسری قومین اُن کے اکابر کی قدر کو پہچانتی ہین، اور خوشی اس کی ہوئی کہ ہندو علم دوست اب تک ایک فارسی نغزگو شاعر کے مرتبہ شناس ہین،

مارچ ۱۹۲۲ء (رجب ۱۳۴۱ھ) کے معارف کے سلسلۂ شذرات مین فقہ حنفی کی ایک قلمی کتاب اختبار کا ذکر آیا تھا، نواب صدر یار جنگ مولنا **حبیب الرحمن** خان شروانی اس کے متعلق اپنے ایک رقیمۂ کریمہ مین ارقام فرماتے ہین،

"رجب سنۂ حال کے معارف مین جونپور کے کتاب خانہ کے تذکرہ کے ضمن مین ایک فقہ کی کتاب اختبار نامی کا ذکر ہے، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھکو بھی یہان ملا ہے، اس مین کتاب کا تاریخی نام **اختیار** ہے، جس سے ۱۲۱۲ھ برآمد ہوتے ہین، جو سنۂ تالیف ہے، چنانچہ مولوی سلامت علی خان معروف حذاقت خان دیباچہ مین لکھتے ہین،

"چون سال یکہزار و دو صد و دوازدہ از ہجرۃ النبی صلعم آغاز تالیف این کتاب است لہذا بہ اختیار موسوم گشت"، اس نسخہ مین جائے تالیف اور مؤلف کا ذکر نہین ہے، نسخہ پورا ہے،

مولنا موصوف کا استدراک صحیح ہے، کتاب کا نام اختبار نہین، اختیار ہے، جس سے سنۂ تالیف نکلتا ہے، اس کے علاوہ چونکہ یہ کتاب مسائل کا انتخاب ہے اس لئے مناسب نام اختیار ہی ہو سکتا ہے،

خلیفہ مامون الرشید نے جب قیصر روم پر فتح پائی تو شرائط صلح مین یہ بھی تھا کہ قیصر قسطنطنیہ کے

کتبخانون سے یونانی فلسفہ کی کتابین مہیا کردیگا، چنانچہ لکھا ہے کہ کئی اونٹون پر فلسفہ کی کتابین لد کر قسطنطنیہ سے بغداد آئین، تاریخ واقعات کا اعادہ کررہی ہے اٹلی نے جرمنی سے تاوان جنگ کے سلسلہ مین یہ قرار داد کرلی ہے کہ جرمنی زرنقد کے معاوضہ مین اپنے ہان کی کتابین اٹلی کو دیگی، تاوان جنگ کی یہ علمی قسط سنا ہو کہ اس قدر عظیم الشان ہوگی کہ اب تک، دنیا کی کسی قوم نے اتنی کتابین کسی دوسرے ملک سے نہین لی ہین، معلوم نہین "کتبخانہ اسکندریہ" کا مؤرخ اس واقعہ کو سنکر اپنی تاریخ مین کیا لکھتا؟

حال مین مصر سے قدمائے فن کی جو نئی کتابین چھپکر شایع ہوئی ہین، ان مین دو کتابین الاحکام علامۂ **آمدی**، اور الموافقات علامۂ **شاطبی** اصول فقہ مین عجیب وغریب ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فن درحقیقت قدما کے عہد مین کس قدر مرتب اور صحیح حالت مین تھا، نور الانوار اور توضیح وتلویح کے عشاق دیکھین کہ اصول فقہ کا اصلی فن وہ ہے جو ان کتابون مین ہے وہ نہین ہے جس پر وہ اپنے اوقات عزیز کو ضائع کر رہے ہین،

اس وقت **کابل** اپنے جوان عمر وپیر عقل حکمران کی کارفرمائیون سے وسط ایشیا کا اسلامی مرکز بن رہا ہے اور وہ اس وقت صحرائے ایشیائے وسطی مین ایک نخلستان کی حیثیت رکھتا ہے جدید مدارس کھل رہے ہین، مکاتب قائم ہو رہے ہین طلبہ یورپ جارہے ہین، اصلاحات اور تنظیمات جاری ہو رہے ہین، یہ سب کچھ ہو رہا ہے مگر جو منظر ہماری آنکھین ڈھونڈھتی ہین وہ نہین ملتا، ہمارا یقین ہے کہ مسلمانون کی ترقی جدید تعلیم کے ذریعہ سے زیادہ قدیم تعلیم کی اصلاح سے ہوگی، عام مسلمانون مین جدید تعلیم یافتون کے فیض اثر سے زیادہ کامیابی نہ ہوگی، بلکہ علما اور مُلّاؤن کی قدیم تعلیم وتربیت کی اصلاح سے ہوگی، ہمارے دل کی آرزو تھی کہ کابل مین جدید طرز کا ایک عربی کا مذہبی جامعہ (یونیورسٹی) قائم ہو جس مین حالات زمانہ سے باخبر، علوم عصری سے

آگاہ، موجودہ ضروریات اسلامی سے آشنا، سیاسیات عالم سے واقف علما پیدا ہون جن مین وسعت نظر ہو، اسلام کی موجودہ مشکلات کا جدید طرز پر مقابلہ کرنیکی جن مین قوت ہو، اگر کوئی ایسی مذہبی یونیورسٹی دار الملک کابل مین قائم ہو جائے تو وہ یقیناً ایشیائے وسطی کے مسلمانون کیلئے سرچشمۂ حیات ثابت ہو،

یہ تخیل چند سال سے ذہن مین قائم تھا، اتفاق سے لندن کے سفارت خانۂ افغانی کے ایک روشن خیال کانسلر سید **قاسم خان** کا ایک خط موصول ہوا، جواب مین اپنے خواب شیرین کا بھی تذکرہ زبان قلم پر آگیا، موصوف نے اپنے مکرمت نامہ مورخہ ۲۹ مارچ ۲۳ء مین اس کے متعلق جو اطلاع دی، وہ ہماری بیحد خوشی ومسرت کا باعث ہوئی ہم چاہتے ہین کہ ہمارے برادران معارف بھی اس خوشی مین شریک ہون، موصوف لکھتے ہین :-

"آپ نے اپنے خط مین نوازش فرما کر کابل مین ایک عربی درسگاہ کی ضرورت جتلائی تھی، تاکہ وہ وسط ایشیا کے علمی پیاسون کی پیاس بجھا سکے، آپکی تجویز نہایت مبارک ہے، مین آپ کو خوشی سے اطلاع دیتا ہون کہ پنج سال پہلے یہ خیال تھا کہ ایک ایسی درسگاہ قائم کیجائے اور مین اس تجویز کے طرفدارون مین سے ایک تھا، اب افغانستان کے اس روشن دور مین اس خیال کو خاص اہمیت دیجاتی ہے، امید ہے کہ اس مبارک تجویز کو عنقریب عمل مین لایا جائیگا، اور اس کیلئے کابل مین کوشش ہو رہی ہے"

یاد ہوگا کہ گذشتہ سال **نوائے کیمبرج** کے نام سے کیمبرج (انگلینڈ) کے ہندی طلبہ نے اردو کا ایک ششماہی رسالہ نکالا تھا، مگر ایک ہی نمبر نکل کر رہ گیا تھا، اب کیمبرج اور آکسفورڈ دونون درسگاہون کے

ہندوستانی طلبہ نے مل کر نوائے ہند کے نام سے دوسرا رسالہ جاری کیا ہے، اور جس کا اہتمام ہندوستان
مین انجمن ترقی اردو نے اپنے ذمہ لیا ہی، اور اس وقت اوسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہی جو نظم و نثر کا قابل قدر مجموعہ ہی،

ایک زمانہ تھا جب نہ صرف یورپ کے دیر و کلیسا مین بلکہ واپس آکر وطن کے حریم پاک مین بیٹھکر بھی اپنی
مادری زبان مین اظہار مدعا، حرام مطلق تھا، دیسی زبان کا بولنا ایک مقیم انگلینڈ ہندوستانی کے لئے غایت
درجہ توہین سمجھی جاتی تھی، مگر لیل و نہار کا یہ انقلاب دیکھو کہ اکسفورڈ اور کیمبرج کے ہندوستانی فرزند
اب اپنی ہندوستانی مادری زبان پر نازان، اور اس کی اصلاح و ترقی مین کوشان ہین، اور وطن سے ہزارون
کوس دور بیٹھکر اپنے وطن کی علمی و ادبی مساعی کے لئے سرگرم عمل ہین، امید ہے کہ اب "دیسی صاحب
لوگون" کیلئے دیسی زبان مین باتین کرنا، کسر شان کا موجب نہ ہوگا،

تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جو جلسہ سوئزرلینڈ مین آئندہ ہونیوالا ہی، اس کی شرکت کے لئے نمایندے خود
مشرقی ممالک سے بھی جاری ہین، مصر سے مسلمان خواتین گئی ہین اور ہندوستان سے بھی خواتین کی ایک
جماعت عازم ہی، جلسہ مذکور مین جو مباحث پیش ہونگے ان مین دو مسئلے سب سے زیادہ اہم ہین، اول یہ کہ
جنس نسوانی، مردون سے مستقل بالذات ہو کر اپنے ذریعۂ معاش کی آپ متکفل اور خود مختار جنس انسانی ہو،
دوم یہ کہ ناجائز اولاد کے حقوق کو محفوظ و متعین کیا جائے واقعہ یہ ہی کہ یورپ معاشرتی حیثیت سے نزع
کی حالت مین ہی، اس کی اخلاقی زندگی تن بیجان ہی، اس مردہ لاش مین قانون و حفاظت حقوق کے
نام سے جان ڈالنے کی کوشش غلط "مسیحائی" کا دعوی ہی، افسوس ناک امر یہ ہی کہ مشرقی اور مسلمان خواتین
جنکو ان کے رسوم معاشرت اور مذہب نے ان مصیبتوں سے محفوظ رکھا ہی، وہ بھی اس گمراہ کن صدائے
مغرب کے پیچھے چل رہی ہین، مصر کے ایک مشہور اہل قلم نے مصری خواتین کو ان کی غلط روی پر سچائی سے ٹوکا ہی،
لیکن آریہ ورت کی مقدس دیبیونکو کون ٹوکے؛

مقالات

سلطان زین العابدین کشمیر

(ماخوذ از فرشتہ)

از مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی

سلاطین تیموریہ اور ان مین بھی شاہنشاہ اکبر و جہانگیر کی اس خوش قسمتی کو کیا کہیے کہ اندنون جب کبھی ملک
کے اسلامی عہد حکومت پر کچھ لکھا یا کہا جاتا ہی تو ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کی سیاسی رواداری کی تاریخ
انہی کے عہد حکومت سے شروع کیجاتی ہی؛ بیان کیا جاتا ہی کہ ہندو اور مسلمانون کے ساتھ عدل و انصاف مین
مساوات تیموریون نے قائم کی، ہندو قوم پر ملکی مناصب کا دروازہ تیموریون سے پہلے بند تھا، فوجی اور
لشکری خدمات مین سلاطین اسلام تیموریون سے پہلے صرف مسلمانون پر اعتماد رکھتے تھے؛ اور مذہبی معاملات
مین ہندوؤن کے ساتھ تعصب و نارواداری تو اکبر و جہانگیر سے پہلے ہندوستان کے مسلمان بادشاہون کی عام
اور مسلم پالیسی تھی، یہ ایک خیال ہی جو ملک مین اعتقاد عام بنکر شائع ہو چکا ہی، لیکن دیکھنا یہ ہی کہ کیا یہ اعتقاد
عام صحیح اور درست بھی ہی؟ کیا تیموریون سے پہلے ہندو ملکی مناصب سے واقعۃً محروم تھے؟ کیا ان سے پہلے فوجی
و لشکری معاملات مین سلاطین اسلام کو ہندوؤن کی وفاداری پر بھروسہ نہ تھا؟ کیا عدل و انصاف مین ہندو
اور مسلمانون کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جاتا تھا؟ اور کیا اکبر و جہانگیر سے پہلے شاہان اسلام ہندوؤن کے
مذہب کے ساتھ در اصل تعصب رکھتے تھے؟

تاریخ ہند کی خاموش زبان اس عام عقیدہ کے ہر حصہ کی تکذیب کرتی ہی، وہ بتاتی ہی کہ یہان اسلامی
عہد حکومت مین اول سے آخر تک صرف دو اصول حکمرانی پر عمل کیا گیا ہی، سلاطین اسلام کا ایک گروہ وہ تھا
جو ملکی سیاسیات کو اپنے مذہبی جذبات و عقائد کے زیر اثر رکھتا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ قرآن مجید، احادیث
و فقہ کے احکام اور خلفائے اسلام کے طرز حکومت کی پیروی کیجائے، دوسرا گروہ وہ تھا جو ضرورت وقت

ترقی سلطنت اور اقتدار سیاست کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا اسی پر عمل کرتا تھا، یہ دو اصول تھے لیکن ان مین سے کسی ایک کا بھی مقصد و مطلب یہ نہ تھا کہ رعایا کے ساتھ مذہبی اور قومی تعصب برتا جائے، اس سے انکار نہین کہ نو سو برس کی وسیع تاریخ مین کچھ نہ کچھ ایسے واقعات ضرور نکالے جا سکتے ہین جن کے اصلی علل و اسباب پر غور کئے بغیر ان کو قومی منافرت و تعصب کی مثال مین پیش کیا جا سکے لیکن یہ قطعاً ناممکن ہو کہ اس قسم کے واقعات کو اسلامی حکومت کی مسلم اور عام پالیسی ثابت کیا جا سکے،

سالمت، رواداری اور غیر متعصبانہ روش سیاست تیموریون سے بہت پہلے بارہا ہندوستان مین ظہور پذیر ہو چکی ہو، میرے نزدیک تیموریونکو صرف اس قدر فضیلت حاصل ہو کہ یا تو انھون نے قصداً اس اور روادارانہ طرز عمل کو اپنے ہر ولیعہد حکومت کے لئے لازمی قرار دیا یا بخت و اتفاق سے ان مین پے درپے ایسے مدبر سلاطین پیدا ہوئے جنھون نے حالات کا صحیح اندازہ کرکے روادارانہ روش سیاست کی سختی سے پابندی کی، آج تیموریون کی دستار فضیلت مین فخر و اعزاز کا جو طرہ لگایا جا رہا ہو وہ در اصل اسی واقعہ کا نتیجہ ہو، غور کرو اکبر اور جہانگیر نے پے درپے کم و بیش پچھتر برس کی طویل مدت تک ایک ہی طرز و روش پر حکومت کی، اس طویل مدت مین ملک نے اس طرز حکومت کے واقعات کو کس قدر خوبی کے ساتھ اچھی طرح یاد کر لیا ہوگا، بخلاف اس کے جو سلاطین ان سے پہلے گذرے، ان کا یہ حال تھا کہ ایک بادشاہ ایک خاص طرز حکومت کو اپنے عہد تک قائم رکھتا تھا، مگر اس کے بعد جب دوسرا آتا تھا تو وہ بالکل پہلے سے مختلف طرز حکومت کی بنیاد ڈالتا تھا یہ اسی کا نتیجہ ہو کہ آج لوگون کو تیموریون سے پہلے روادارانہ طرز حکومت کا کوئی واقعہ یاد نہین آتا حالانکہ تاریخ کے اوراق ان واقعات سے خالی نہین ہین،

علاء الدین خلجی کا طرز حکومت یہی تھا کہ وہ سیاسی معاملات مین تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، وہ ضرورت وقت اور ترقی و تحفظ سلطنت کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا خواہ وہ موافق شرع ہو یا نہو، وہی کرتا تھا اور اپنے معاملہ کو بالکل خدا پر چھوڑ دیتا تھا چنانچہ قاضی مغیث الدین بیانوی کو خطاب کرکے ایک

موقع پر اس نے یہ جملے کہے تھے،

اینچہ تو میگوئی حق است لیکن مہمات دنیا خصوصاً ہندوستان بمحض شریعت نظام و رونق نمی یابد و تا سیاستہائے عظیم بظہور نرسانم ملک آرام نمی پذیرد و بتقریرات شرعی مردم زمان براہ مستقیم نمی آیند۔ .. .. .. و از انکہ قصد و نیت من رفاہیت عامہ خلق اقتداست، امید دارم حق سبحانہ تعالیٰ گناہم بہ بخشد و در توبہ نیز گشادہ است (ذکر خلجی)

جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہو لیکن دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے معاملات ملکی محض شریعت کے مقرر کردہ نظام پر چل نہین سکتے جب تک بڑی اور موثر کاروائیان نہ کیجائین ملک مین سکون و آرام نہین پیدا ہو سکتا اور محض شرعی احکام کے مطابق اس زمانہ کے لوگون کو راہ راست پر نہین لایا جا سکتا .. .. اور چونکہ جو کچھ مین کرتا ہون اس سے میری نیت خاصاً خلق اللہ کی رفاہیت اور خیر طلبی ہو اس لئے خدا سے اُمید رکھتا ہون کہ وہ میرے گناہون کو بخشدیگا اور توبہ کا دروازہ ابھی تک بند نہین ہوا

" " " "

رفاہیت عامہ خلق اللہ کے اس طالب بادشاہ نے جو قوانین حکومت مرتب کئے اور جن پر سختی کے ساتھ اس کے عہد حکومت مین عمل کیا گیا وہ آج بھی تاریخ ہند کے اوراق مین ثبت و مسطور ہین کیا اس مین کوئی دفعہ ایسی بھی نکالی جا سکتی ہو؟ جس کا مقصد و مفاد یہ ہو کہ ہندو اور مسلمان رعایا کے درمیان ان قوانین کے تعمیل و تنفیذ مین ایک کے ساتھ سختی اور دوسرے کے ساتھ نرمی سے کام لیا جائے،

محمد تغلق نے ہندو راجاؤن کو اعلیٰ جنگی مناصب اور دوسرے قابل ہندوؤن کو اعلےٰ ملکی خدمات پر فائز کیا، اس نے ہندو قوم کی دولت و ثروت مین کسی طرح دست اندازی کرنا کبھی روا نہین رکھا اور اس نے عدالتی کاروائیون مین ہندو اور مسلمان، امیر اور غریب سب کے ساتھ مساوات پر سختی سے عمل کیا، شیر شاہ نے جہانگیر کی طرح زنجیر عدل آویزان نہین کی تاہم اس کے عدالت خانے کے دروازہ پر حاجب و دربان متعین نہ تھے وہ عدل و انصاف مین قومیت مذہب اور شخصیت کا کچھ بھی لحاظ نہین کرتا تھا اکبر سے بہت پہلے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تین ہزار غیر ملکی اُمرا و سرداران لشکر مین سے صرف چار سو ضروری اشخاص کو اپنے منصب پر باقی رکھکر

بقیہ تمام لوگوں کو جو نوکر خاصہ مین داخل تھے اور برابر اس کے ہمرکاب رہا کرتے تھے معزول کر کے اُن کی جگہ پر ملکی امرا، و سرداران لشکر مقرر کئے، اس نے ہندوؤن پر اعتماد کیا اور سلطنت کے اعلی و ذمہ دارانہ مناصب ان کو عطا کئے، اس نے دفتر کی زبان تک فارسی کے بجائے دکنی ہندی کر دی، یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات اس سلسلہ مین پیش کئے جا سکتے ہین اور واقعہ یہ ہو کہ رواداری و مسالمت کی یہ داستان بہت طویل ہی لیکن میرا مقصد اس موقع پر اس داستان کو چھیڑنا نہین بلکہ انہی سلاطین مذکور کی طرح ایک مسالمت خو و روادار سلطان کے حالات و واقعات زندگی کو پیش کرنا ہی جس نے مذہب، عدالت، علم و فن کی ترویج و اشاعت اور ملکی مناصب غرض ہر چیز مین اپنی رعایا کے ہر فرقہ اور ہر گروہ کے ساتھ رواداری و مساوات کو اپنا اہم مقصد اور بنیادی طرز عمل قرار دیا یہ سلطان، فرمانروائے کشمیر سلطان شاہی خان تھا جو تاریخون مین عام طور پر سلطان زین العابدین کے نام سے مشہور ہی؛

پیدائش و آغاز حکومت

شاہی خان سنہ ۸۰۰ھ مین پیدا ہوا باپ کا نام سلطان سکندر تھا جس نے بائیس سال نو مہینے[1] حکومت کرنے کے بعد سنہ ۸۱۹ھ مین انتقال کیا، باپ کے بعد شاہی خان کے بڑے بھائی سلطان علی شاہ نے چھ برس نو مہینے حکومت کی، علی شاہ کے بعد شاہی خان سنہ ۸۲۳ھ مین سریر آرائے حکومت ہوا، اس کا تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونا بھائی کی موت یا بھائی کی عنایت و کرم کا نتیجہ نہین بلکہ اس کی ذاتی شجاعت و جوہر قابلیت اور اہل کشمیر مین اسکی عام ہر دلعزیزی کا نتیجہ تھا، واقعہ یہ ہوا کہ اول اول جب سلطان علی شاہ نے سیر دنیا[2] کے عزم سے کشمیر چھوڑنا چاہا تو اپنے منجھلے بھائی شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور چھوٹے بھائی محمد خان کو اس کی اطاعت و انقیاد کی نصیحت کی، حکومت اور گھر کے معاملات کو یکسو کر چکنے کے بعد وہ اپنے خسر راجہ جموں کے پاس وداعی ملاقات کے لئے آیا، یہان راجہ جموں اور راجہ راجوری نے اس کو تخت حکومت چھوڑنے اور شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کرنے پر سخت ملامت

[1] بروایت آئین اکبری نو مہینے چھ دن [2] بروایت آئین اکبری سفر حجاز

کی یہان تک کہ وہ اسے اس فعل سے پشیمان ہوا اور تخت حکومت پر قابض ہو جانیکی خواہش کی، ظاہر ہے کہ ملک و مال اور لشکر اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا اور پھر ان پر قابض ہو سکنا کسی قوی یار و مددگار کے بغیر ناممکن تھا اس لئے خود راجہ جموں اور راجہ راجوری مددگار بن گئے اور اب پھر عالم کا یہ آرزومند و تارک سلطنت بادشاہ پھر کشمیر اور اس کے چھوڑے ہوئے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہوا، شاہی خان جو تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد ابھی اچھی طرح اس پر بیٹھ بھی نہ سکا تھا یہ حالت دیکھکر کشمیر سے نکلا اور سیالکوٹ کی طرف روانہ ہو گیا یہ وہ زمانہ تھا جب جسرت کھکر جس کو تیمور ہندوستان سے قید کر کے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا لیکن یہ بہادر قیدی کسی طرح وہان سے نکلکر پنجاب چلا آیا اور یہان آکر پھر اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کر چکا تھا، شاہی خان نے اسی کے دامن مین پناہ لی سلطان علی شاہ نے کشمیر کی حکومت ملجانے پر قناعت نہ کی اور بھائی کو وہان سے نکال دینے ہی پر بس نہ کیا بلکہ وہ اس کی گرفتاری کے خیال سے جسرت کھکر پر حملہ آور ہوا، جسرت اور شاہی خان نے ملکر مقابلہ کیا اور دامن کوہ مین طرفین کی فوجین صف آرا ہوئین نتیجہ جنگ یہ تھا کہ علی شاہ نے شکست کھائی اس موقع پر سلطان علی شاہ کی ذات کی نسبت دو روایتین ہین ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ زندہ گرفتار ہوا دوسری یہ کہ وہ میدان جنگ سے کسی طرف بھاگ گیا، بہر حال فاتح شاہی خان اب پھر کشمیر کی طرف چلا اور سارے ملک کو اپنے قبضہ مین لے آیا، پایہ تخت مین آکر جب تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا تو تمام کشمیر مسرت کے ترانون سے گونج اٹھا، خود حکومت کی طرف سے جشن مسرت کے لئے جو سر و سامان کیا گیا اس کی تفصیل تو معلوم نہین لیکن رعایا اور ملک نے اس مین جس طرح حصہ لیا اس کو فرشتہ لکھتا ہی؛

ومردم کشمیر کہ خواہان او بودند خوشحال شدہ	کشمیر کے لوگ جو اس کے خواہان تھے اسکی کامیابی
نقارہائے شادیانہ نواختند،	سے خوشحال ہو کر مسرت اور خوشی کے شادیانے
" " " "	بجانے لگے۔

آغاز سلطنت | شاہی خان نے تخت نشین حکومت ہونے کے بعد اپنا نام سلطان زین العابدین رکھا۔

اور وہ آج تک اسی نام سے مشہور ہی، سلطان زین العابدین نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو اپنا معتمد و وکیل السلطنۃ مقرر کیا اور محمد خان کے انتقال کے بعد اسی کے لڑکے حیدر خان کو اسکا جانشین کیا، ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے، سلطان نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام قیدیون کو جو سلاطین سابق کے عہد سے اس وقت تک قید خانہ کی مصیبتین برداشت کر رہے تھے بیک وقت آزاد کر دیا، اس لطف و مہربانی کی بنا پر جو وہ تمام رعایا کے ساتھ رکھتا تھا اس نے گز اور جریب مین جو چھوٹی ہوتی تھی اضافہ اور زیادتی کر دی،

لشکر کشی اور توسیع مملکت

فتح پنجاب و تبت | سلطان زین العابدین جب تمام کشمیر پر اچھی طرح قبضہ کر چکا تو اس نے مزید فتوحات کی طرف توجہ کی سب سے پہلے جسرت کہکر کے ساتھ کثیر التعداد لشکر بھیجا تاکہ اس کی مدد سے ولایت دہلی و پنجاب پر تسلط حاصل کرے، جسرت کا شاہ دہلی کے مقابلہ مین آنا اور کامیاب ہونا تو دشوار تھا تاہم اس نے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان زین العابدین نے تبت کی طرف فوجین روانہ کین، اس فوج نے تبت کے کچھ حصے اور اس تمام آبادی کے جو دریائے کشنہ کے کنارہ واقع تھی اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا[1]، تبت کا بقیہ حصہ جو نامفتوح رہ گیا تھا سلطان نے اس وقت کچھ دنون کے لئے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی اور ملکی نظم و نسق مین مشغول ہو گیا لیکن اندرونی انتظامات کو مکمل کر لینے کے بعد اس نے اپنے بڑے بیٹے شاہزادہ آدم خان کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا، اس زبردست لشکر مین پیادہ سوار، تیرانداز اور توپچی غرض ہر قسم کی جمعیتین شامل تھین اور یہ لشکر اپنی تعداد کے لحاظ سے کثیر اور اسباب و آلات جنگ کے لحاظ سے ہر طرح مکمل اور بہترین لشکر تھا، شاہزادہ آدم خان اس سر و سامان سے تبت پر حملہ آور ہوا اور بہت جلد آسانی کے ساتھ تمام ملک پر قابض ہو گیا، شاہزادہ کو اس فتح مین بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا

[1] آئین اکبری کی روایت ہی کہ سلطان نے تبت کے ساتھ سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور اس نے وہ مفتوح ملک اور مال غنیمت سلطان زین العابدین کی خدمت مین پیش کر کے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی اور باپ کی شاہانہ نوازشون سے بہرہ اندوز ہوا،

فرشتہ کے بیان کے مطابق سلطان زین العابدین نے فتح ممالک و توسیع مملکت کے لئے ان مہمات کے سوا اور کوئی لشکر کشی نہین کی، اگرچہ اس کے عہد حکومت مین ان کے سوا اور بھی چند لڑائیان ہوئین جنمین خود سلطان شریک ہوا لیکن یہ لڑائیان توسیع مملکت و کشور کشائی کی غرض سے نہین تھین بلکہ شاہزادون کی باہمی مخالفت و خانہ جنگی کی وجہ سے پیش آئین، ان خانہ جنگیون اور ان کے اسباب و وجوہ کی تفصیل آگے آتی ہی،

طرز و آئین حکومت

یہ تو اوپر معلوم ہو چکا کہ سلطان نے ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے تھے لیکن عدالت اور فصل خصومات کا تعلق خود اپنی ذات سے رکھا، ممکن ہے کہ جس عدل و انصاف اور رواداری کے ساتھ وہ حکومت کرنا چاہتا تھا اس کے لئے وہ دوسرون کے طریق عدل و انصاف سے مطمئن نہ ہو یا یہ کہ زیادہ محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی غرض سے اس نے ایسا کیا بہرحال خواہ کسی وجہ سے بھی ہو اس نے عدالتی معاملات اور فصل خصومات کے لئے اپنی ہی ذات کو عدالتگاہ قرار دیا،

اس زمانہ مین مطابع نہ تھے کہ ملک کے قوانین، حکومت کے آئین و نظام، حکام کے حدود و اختیارات اور رعایا کے حقوق چھاپکر شایع کر دئے جاتے تاکہ رعایا اپنے حقوق کو پہچان لیتی اور حکام ظلم و ستم کی ہمت نہ کر سکتے، یہی ایسی مشکل تھی جس کی وجہ سے گذشتہ زمانہ مین ماتحت حکام کے لئے رعایا کو ستانے اور دبانے کے بیشمار مواقع پیدا ہو جاتے تھے، سلطان زین العابدین نے اس مشکل کو حل کرنے کی ایک بے نظیر ترکیب نکالی، فرشتہ لکھتا ہی۔

قوعد وضوابط خود را بتنہائے مس کندہ در ہر
شہرے و دیہے گذاشت تا رسوم ظلم

سلطان نے اپنی حکومت کے قواعد وضوابط
کو تانبے کی تختیون پر کندہ کرایا اور ہر شہر اور ہر گاؤن

از ولایت کشمیر برافتد، گویند بر تختہائے
مس نوشتہ بود کہ ہر کہ بیاید و بدین دستور کار
نکند بلعنت خدا گرفتار باد،

ہین ان کو رکھوایا تاکہ ظلم وستم کی نشانیان مملکت
کشمیر سے مٹ جائین، کہتے ہین ان تختیون پر
لکھا ہوتا تھا کہ جو یہان آئے اور اس دستور و قاعدہ
کی پیروی نکرے وہ خدا کی لعنت مین گرفتار ہو،

اس طرز عمل سے حکّام کے ظلم وستم اور چیرہ دستیون کا بڑی حد تک سدّباب ہوگیا، افسوس ہے فرشتہ نے ان منقوش قواعد وضوابط کی لفظ بلفظ نقل درج نہین کی جن سے آج ان کی پوری تفصیلات معلوم ہو سکتی تھین، تاہم سلسلۂ بیانِ حالات مین کچھ نہ کچھ ان کے اجزا آگئے ہین، گو یہ چند جزوی باتین ہین لیکن ان سے ان ضوابط کی روح کا پتہ چلتا ہی وہ چند ضوابط حسب ذیل ہین،

(۱) سلطان نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو نیا شہر یا خطۂ ملک فتح ہو وہان کے سرکاری خزانے لشکریون مین تقسیم کر دئے جائین اور وہان کی رعایا پر اتنا ہی خراج مقرر کیا جائے جتنا پایۂ تخت کی رعایا سے لیا جاتا ہے،

(۲) پیشکش، گوناگون جرمانے اور دوسرے طرح طرح کے مصادرات جو شقہ دار وحکام رعایا سے لیتے تھے ان کا لینا ممنوع قرار دیا،

(۳) سوداگرون کو حکم دیا کہ ولایت سے جو مال لائین ان کو گھر مین چھپا کر نہ رکھین، تجارت مین اصل قیمت پر تھوڑا نفع لین غبن وخیانت اور بہت زیادہ قیمت لینے کے مرتکب نہ ہون،

(۴) جہان کہین چوری ہو اس قصبہ یا گاؤن کے رئیس اس کا تاوان ادا کرین، فرشتہ لکھتا ہے اس قانون کا یہ اثر پڑا کہ تمام ملک مین چوری کی وارداتین قطعاً بند ہوگئین،

(۵) نرخ نویسی کی رسم جو پہلے کبھی کشمیر مین نہ تھی، سیہ بٹ وزیر سلطان سکندر نے اس کو جاری کیا تھا سلطان نے اس کو بند کر دیا اور اس کا عام اعلان کر دیا،

یہ تو عام قوانین تھے جن کا تعلق مسلمان اور ہندو سب سے تھا، خاص ہندوؤن سے متعلق جو قوانین

سلطان نے نافذ کئے وہ ان سے الگ ہین لیکن ان کی تفصیل سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہی کہ سلطان زین العابدین کے باپ سلطان سکندر کے وقت مین ایک برہمن سیہ بٹ نام اس کا وزیر سلطنت تھا سلطان سکندر کو اس پر بڑا اعتماد تھا جس کی بنا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا سلطان سکندر سے منظور کرا لیتا تھا، اس وزیر نے اسلام قبول کیا اور اس طرح سلطان سکندر کے اعتماد سے بڑھکر اس کے اخلاص ومحبت کو بھی حاصل کر لیا، اس نومسلم وزیر نے ہندو رعایا پر سخت مظالم کئے ستی ہونے کی رسم قانوناً بند کر دیگئی، قشقہ لگانا ممنوع قرار پایا، ہندوؤن کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرین یا کشمیر سے باہر چلے جائین، بتخانے منہدم اور ویران کر دئے گئے اور سونے اور چاندی کے بتون کو توڑ کر ان کے سکّے ڈھالے اور جاری کئے گئے اسی نومسلم وزیر کے ان متعصبانہ کارنامون کا یہ ثمرہ ہی کہ سلطان سکندر کے نام کے ساتھ "بُت شکن" کا لقب تاریخون مین عام طور پر درج نظر آتا ہی،

عدل گستر زین العابدین کا عہد حکومت آیا تو اس نے دفعتہً ان تمام حالات کو بدل دیا اس نے اعلان کر دیا کہ،

(۱) مذہب مین ہر شخص آزاد ہے وہ جس دین ومذہب کی چاہے پیروی کرے،

(۲) ہندو اپنے مذہبی وقومی شعار قشقہ لگانے اور زنار باندھنے کے لئے مجاز ومختار ہین،

(۳) ستی ہونے کی رسم سے حکومت مانع نہین،

(۴) ہندوؤن سے جزیہ کی رقم وصول نہ کیجائے،

(۵) تمام قلمرو مین کہین گاؤکشی نہ کیجائے،

سلطان کے ان اعلانات نے ہندو قوم کو مطمئن کر دیا اور اب وہ لوگ جو کچھ دن پہلے اپنا گھر بار چھوڑ کر کشمیر سے باہر چلے گئے تھے یہان آنے لگے اور خود کشمیر مین جن ہندوؤن نے محض جان ومال کے خوف اور ترک وطن نہ کر سکنے کے باعث بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا وہ بھی اس بارے سبکدوش

ہونے لگے، جو برہمن اور پنڈت سلطان سکندر کے زمانۂ حکومت مین سیہ بت کی سخت گیریون کے باعث کشمیر سے باہر چلے گئے تھے سلطان زین العابدین نے سری بہت (یہ ایک مشہور ہندو طبیب تھا اس کی طبی تربیت و ترقی سلطان زین العابدین کے شاہانہ کرم و نوازش کا نتیجہ تھی اور سلطان نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا) کے التماس کے مطابق ان کو بھی بلوا بھیجا، چنانچہ وہ آئے تو سلطان نے ان کو جاگیرین بخشین اور ہندوؤن کے مقدس و مشہور معابد کیلئے وقف کے طور پر جائدادین عطا کین، سلطان زین العابدین نے بڑے بڑے پنڈتون برہمنون اور با اثر ہندوؤن کو بلا کر ان سے عہد لیا کہ ہرگز کبھی جھوٹ، فریب، دغا اور بیوفائی سے کام نہ لینگے، اور ان کی مذہبی کتابون مین جو احکام ہین ان کی ہرگز خلاف ورزی نہ کرینگے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کے ساتھ اس نے ان کو آزادی و مساوات کی نعمت و برکت سے متمتع ہونے کا ہر طرح موقع دیا، سلطان سکندر کے زمانہ مین سونے اور چاندی کے تون سے جو سکّے ڈھالے اور جاری کئے گئے تھے ان مین کھوٹ تھا اس لئے سلطان زین العابدین نے ان کی بجائے خالص تانبے کے نئے سکّے ڈھالنے اور جاری کرنیکا حکم دیا یہ تانبا اس کان سے لیا جاتا تھا جس سے سلطان کے "مصارف خاصہ" کی رقم حاصل کیجاتی تھی، فرشتہ نے اس کی تشریح نہین کی کہ پرانے سونے اور چاندی کے باقیماندہ کھوٹے سکّون کی داد و ستد کو قانوناً بند کر دیا گیا تھا یا نہین،

تعزیرات اس مین شبہ نہین کہ سلطان زین العابدین ایک رقیق القلب اور رحم دل فرمانروا تھا لیکن اس کی رحم دلی کبھی تعزیرات مین ناجائز مراعات کا سبب نہین ثابت ہوئی افسوس ہے فرشتہ نے اس بارہ مین اسکے طرز عمل پر کچھ زیادہ نہین لکھا جس سے اس کے قوانین تعزیرات کی تفصیل و تشریح معلوم ہوتی تاہم جو کچھ لکھا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ قصاص و تعزیرات کے معاملہ مین رورعایت یا اپنی بے موقع رحم دلی سے کام نہین لیتا تھا سلطان کے دو کوکہ (رضاعی بھائی) مسعود اور شیر نام تھے جن کو وہ بیحد عزیز و محبوب رکھتا تھا ان دونون مین باہم شدید مخالفت و خصومت تھی جو بالآخر رفتہ رفتہ ایک کے ہاتھ سے دوسرے

کے قتل پر ختم ہوئی، شیر نے مسعود کو قتل کیا سلطان زین العابدین نے باوجود فرط محبت و اعتبار شیر کے قصاص مین قتل کئے جانیکا حکم دیا، اس واقعہ قتل کا سلطان کے دل پر سخت اثر پڑا، یہ بہت ممکن تھا کہ اس اثر سے بچنے کیلئے وہ قتل قصاص کے حکم مین کسی قسم کی ترمیم و تبدیل کی صورت پیدا کرتا، لیکن اس نے ایسا کیا کیونکہ ایسا کرنا شیوۂ عدل و انصاف کے خلاف تھا جس روز شیر مقتول حکم قصاص ہوا سلطان نے اس کے لئے استحصال ثواب کی غرض سے ایک کرور زر کشمیری فقیرون اور محتاجون مین تقسیم کیا،

چورون کے متعلق اس زمانہ مین عام طرز عمل یہ تھا کہ ان کو مختلف قسم کی سخت ترین جسمانی سزائین دیجاتی تھین مثلاً کوڑے، دُرّے لگانا یا ان کے جسم کے کسی حصہ کو داغ دینا وغیرہ سلطان نے اس مین یہ ترمیم کی کہ وہ کبھی چورون کے لئے اس طرح کی جسمانی سزاؤنکا حکم نہ دیتا تھا بلکہ یہ حکم تھا کہ پاؤن مین زنجیر ڈال کر تعمیرات کے سلسلہ مین ان سے کام لیا جائے، اس طرح سزا نے مجرم اور حکومت دونون کے لئے ایک مفید چیز کی حیثیت اختیار کر لی،

اعمال رفاہیت عامہ

عہد حاضر سے پہلے رفاہیت عامہ کے کامون مین علما پروری، توسیع علوم اور سلسلۂ تعمیرات خاص طور سے اہمیت رکھتے تھے، سلطان زین العابدین نے ان مین سے ہر ایک مین نمایان حصہ لیا، اس نے علما و فضلا کی تربیت و پرورش کی طرف خاص توجہ کی، توسیع و ترویج علوم کے مختلف طریقے اختیار کئے تعمیرات کے ساتھ اس کو خاص شغف و انہماک تھا، صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے ارباب صنایع کی بیحد ہمت افزائی کی اور اس نے ارباب فن و کمال کو اپنے شاہانہ انعام و اکرام سے مالامال کر دیا، یہ سب کچھ صرف اس لئے تھا کہ رعایا کی رفاہیت و فائدہ رسانی کے لئے بہتر سے بہتر صورتین پیدا کی جا سکین فرشتہ کے طرز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ سلطان نے ان تمام شعبہ ہائے رفاہیت عامہ کے سلسلہ مین بہت کچھ کیا لیکن اس کے تصنیفی تحمل کا یہ نتیجہ ہو کہ آج اس "بہت کچھ" مین کے "بہت تھوڑے"

معلومات ہم تک پہنچے ہین بہرحال جو کچھ بھی ہین ان کو علٰحدہ علٰحدہ درج کیا جاتا ہی،

تصنیف و ترجمۂ کتب سلطان زین العابدین تعلیم یافتہ شخص تھا اس کی مجلس علمار و فضلار سے بھری رہتی تھی فرشتہ لکھتا ہو کہ اس کی مجلسون مین مسلمان علمار اور ہندو فضلا دونون شریک ہوتے تھے، وہ اپنی شاہانہ نوازشوں سے دونون کو بہرہ یاب کرتا تھا، اس کی علمدوستی و علم پروری دیکھکر لوگون مین علمی ذوق و شوق پیدا ہوگیا مصنفین کی ہمتین بڑھین اور تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ سوم نام ایک شخص نے جو کشمیری زبان کا شاعر تھا اور ہندی علوم مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا زین حرب نام ایک کتاب لکھی جو سلطان کے حالات و واقعات زندگی پر مشتمل تھی کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی تھی، ایک اور شخص جس کا نام بودی بٹ تھا اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہو کہ اس کو شاہنامہ فردوسی زبانی یاد تھا خود سلطان کے نام پر زین نام کتاب فن موسیقی مین لکھی اور یہ کتاب سلطان کی مجلس مین پڑھی گئی، اسی سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر کتاب راج ترنگنی ہے جو فرمانروایان کشمیر کے نہایت مفصل حالات اور نہایت قدیم[1] زمانہ کے واقعات پر مشتمل تھی یہ بھی سلطان زین العابدین ہی کے عہد حکومت مین کی گئی

تراجم کیلئے سلطان زین العابدین نے خود حکم دیا فرشتہ[2] لکھتا ہو

و فرمود تا اکثرے از کتب عربی و فارسی	سلطان نے فرمایا اور بہت سی فارسی و عربی کی
بزبان ہندی ترجمہ کردند و بدین دستور	کتابین ہندی زبان مین اور اسی طرح ہندی زبان
کتاب ہندی بفارسی ترجمہ کردند	کی کتابین فارسی مین ترجمہ کیگئین،

چنانچہ مہابھارت جو ہندوؤن کی مشہور و معروف کتاب ہو اس کا ترجمہ کیا گیا چونکہ مہابھارت کا یہ سب سے پہلا ترجمہ تھا اس لئے بہت کچھ بدعبارت ترجمہ تھا، شہنشاہ اکبر کے عہد مین اس ترجمہ پر نظر ثانی

[1] آئین اکبری کی تصریح کے مطابق اس عہد سے پہلے کم و بیش چار ہزار سال کے واقعات و تاریخ شاہان کشمیر پر مشتمل ہے،

[2] آئین اکبری مین لکھا ہو "و فراوان نامہ را از عربی و فارسی و کشمیری و ہندی ترجمہ کرد،،

کیگئی اور اس کی زبان فصیح کردیگئی، اور تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا بھی اکبر کے عہد حکومت مین فارسی زبان مین ترجمہ کیا گیا،

ارباب ہنر کی تربیت سلطان نے تصنیف و ترجمہ کے علاوہ اور دوسرے قسم کے فنون و ہنر کی ترویج و اشاعت کے لئے بھی اپنی شاہانہ توجہ سے کام لیا چنانچہ اس کے عہد حکومت مین کشمیر اطراف و جوانب کے ہنرمندون کا قبلۂ آرزو بنگیا، سری بھٹ طبیب کا ذکر اوپر گذر چکا ہو جو اس عہد کا ایک مشہور و معروف طبیب گذرا ہی، یہ تمامتر سلطان زین العابدین کا آغوش پروردۂ کرم تھا جس کو اس نے اپنا طبیب خاص بھی مقرر کرلیا تھا، اس عہد مین حبب نام ایک آتشباز پیدا ہوا جس کے کمال فن کی شہادت فرشتہ ذیل کے الفاظ مین دیتا ہے،

کہ چشم روزگار مثلش ازان ندیدہ بود،	زمانہ نے اس سے پہلے کبھی اسکی مثال نظیر کو نہ دیکھا تھا

اس نے فن آتشبازی مین عجیب عجیب کمالات دکھائے جن کو دیکھکر لوگ حیران رہجاتے تھے کشمیر مین بندوق اسی نے بنائی اور اس کو رواج دیا، یہ خود سلطان کے حضور مین دواسازی بھی کیا کرتا تھا ان فنون کے علاوہ اس کو اور بہت سے فنون مین کمال حاصل تھا اور وہ اپنے فنون و ہنر عام طور پر لوگون کو سکھاتا بھی تھا،

سلطان کو فن موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی، بلکہ وہ خود اس فن سے اچھی طرح واقف تھا فرشتہ لکھتا ہو،

و علوم موسیقی نیک ورزیدہ بود،	علم موسیقی سے اچھی طرح واقف تھا،

چنانچہ اس دلچسپی و واقفیت کی بنا پر

و آوازہ جود او چون انتشار یافت سازندہا	جب سلطان کے جود و کرم کا شہرہ ہوا تو گانیوالے
و گویندہا کہ در علم موسیقی یگانہ زمان بودند	بجانیوالے جو فن موسیقی مین یگانہ روزگار تھے
از اطراف و نواحی روئے بکشمیر نہادند	ہر چہار جانب سے کشمیر مین آنے لگے اور کشمیر
چنانکہ کشمیر از کثرت ہندیہان این فن رشک	اس فن کے ماہرین کی کثرت سے ملک زنگ

ملک فرنگ شد (فرشتہ) کیلئے سرمایۂ رشک بن گیا،

چنانچہ خراسان سے ملا عودی نام ایک مشہور و معروف موسیقی دان آئے جن کو عود نوازی مین یدطولیٰ حاصل تھا، سلطان زین العابدین نے ان کو اپنے دامنِ دولت سے وابستہ کرلیا، اس عہد مین ایک اور شخص ملا جمیل بھی گذرے ہین جو موسیقی مین کمال رکھنے کے علاوہ بہت اچھے شعر خوان و حافظ قران بھی تھے بزم سلطانی مین ان کو تقرب خاص حاصل تھا اور سلطان کے فیض کرم سے یہ سب سے زیادہ فیضیاب ہوتے تھے، ملا جمیل کے راگ کشمیر مین مدتون ضرب المثل کی طرح مشہور و معروف رہے، اسی عہد مین ایک صاحب کمال شاعر ملا محمد نام پیدا ہوئے جنکی بدیہہ گوئی کا یہ حال تھا کہ جس بحر و قافیہ مین فرمائش کیجاتی بیک مجلس تھوڑی دیر مین فی البدیہہ اشعار و قصائد کہتے تھے، ان کی عام علمی قابلیت اس درجہ بلند تھی کہ فرشتہ لکھتا ہے،

در ہمان وقت ہر مسئلہ مشکل راکہ می پرسیدند جواب میداد — اور اسی وقت (شعر گوئی) مین جس مشکل سے مشکل مسئلہ کو پوچھا جاتا برجستہ جواب دیتے تھے،

شاہانہ انعام وحوصلہ افزائی

سلطان زین العابدین ان مختلف قسم کے ارباب کمال کی حوصلہ افزائی کیا کرتا تھا، اس عہد مین آج کی طرح ہر فن کیلئے علحدہ علحدہ درس گاہون کے قیام اور حکومت کی طرف سے ان کے لئے تعیین وظائف کا دستور نہ تھا، بلکہ یہی طریقہ رائج تھا کہ ارباب کمال کو شاہانہ وظائف و عطایا ملتے تھے اور وہ فارغ البال ہوکر اپنے فن کی ترقی و توسیع اور اشاعت و ترویج کرتے اور دوسرون کو ان کی تعلیم دیا کرتے تھے، فارسی تاریخی کتابون مین اس قسم کے انعامون کی تفصیل بہت کم ملتی ہے ان مواقع پر قدیم مورخین بالعموم اجمال سے کام لیتے ہین، چنانچہ سلطان زین العابدین کے ان انعامات کے متعلق فرشتہ نے بھی اجمال ہی سے کام لیا ہے، مثلاً سوم اور بودی بٹ کے کارنامون کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے، "نواز شہا یافت" "ملا عودی" کی نسبت لکھتا ہے،

سلطان نواز شہا فرمودہ انعام بسیار داد — سلطان نے بہت نوازش کی اور بڑا انعام دیا،

ملا جمیل کے متعلق لکھتا ہے،

ہر سال چندان زر بملا جمیل می داد کہ شرح آن مقدور نیست — سلطان ملا جمیل کو ہر سال اتنے روپے دیتا تھا کہ اسکا بیان کرنا آسان نہین،

اور بھی چند عبارتین اسی مجمل طرز بیان کی مسطور ہین جنکو اس موقع پر نقل کرنا ضروری نہین معلوم ہوتا،

تعمیرات وزراعت

سلطان زین العابدین کو تعمیرات و زراعت سے خاص شغف اور دلچسپی تھی فرشتہ لکھتا ہے

واکثر اوقات او بہ تعمیر ولایات و تکثیر زراعات و برآوردن آبہا مصروف میگشت — اس کا زیادہ وقت شہرون اور عمارتون کی تعمیر زراعت کی ترقی و تکثیر اور نہرون کے کھدوانے مین صرف ہوتا تھا،

چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت مین شہر اور قصبے بسائے، عمارتین بنوائین، پل بندھوائے، کنوئین کھدوائے اور سرائین قائم کین، فرشتہ لکھتا ہے،

و سلطان نزدیک بکوہ ماران جوئے آوردہ شہر نو بنا کردہ آبادانی تا پنج کروہ راہ بود و برین قیاس شہر ہائے دیگر معمور ساخت — سلطان نے کوہ ماران کے قریب نہر نکلوائی اور ایک نیا شہر آباد کیا جسکی آبادی کا سلسلہ کم و بیش دو کوس تک پھیلا ہوا تھا اس کے علاوہ اسی طرح کے اور دوسرے شہر بھی آباد کئے،

کشمیر کے مشہور تالاب مین جسکا نام اولر ہے سلطان نے ایک عظیم الشان عمارت بنوائی، تالاب کے وسط مین یہ عمارت اس طرح بنائی گئی کہ پہلے لکڑی کے چوکھٹے بھاری بھاری ترشے ہوئے پتھرون سے بھر کر تالاب مین ڈالے گئے اور جب اس طرح یہ پتھر کی زمین سطح آب سے قریب قریب دس گز بلند ہوگئی تو اس پر عمارت قائم کی گئی، پانی کی سطح پر اس سنگی چبوترے کا طول و عرض دو دو سو گز تھا، سلطان نے اس عمارت کے ساتھ ایک مسجد بنوائی اور باغ لگایا اور اس عمارت کا نام زین لنکا رکھا اور کئی مسجد

اور دوسری عمارتون کے لئے کچھ جائداد وقف کردی،

سلطان نے دوسری عمارت پایۂ تخت مین نبوائی، یہ عمارت بارہ منزل کی تھی، اس بلند ورفیع عمارت کی بعض منزلون مین بڑے ہال، پچاس متوسط کمرے اور چھوٹی چھوٹی کوٹھریان تھین، یہ پوری عمارت صرف لکڑی کی تھی، فرشتہ لکھتا ہی کہ اس وقت اس پایہ کی عمارتین مشرقی ممالک مین صرف چند تھین مثلاً سلطان یعقوب کا محل تبریز مین جسکا نام ہشت بہشت تھا یا کوشک باغ سفید ہرات مین،

سلطان زین العابدین نے اپنے حدود سلطنت مین بکثرت نہرین کھدوائین اوران پرپل بندھوائے زراعت کی ترقی وتکثیر کے لئے بہترین کوششین صرف کین، جونئے شہر یا قصبے آباد کرائے وہان بے وطن اور غریب الدیار لوگون کے رہنے سہنے کا تمام سروسامان کردیا، وہان علمار وفضلار متعین کئے ان مقامات پر مسافر اور نووارد لوگون کے قیام وطعام کا انتظام بھی حکومت کی طرف سے ہوتا تھا فرشتہ لکھتا ہی،

ودر کالپور وغیرآن، آبہا از دور آوردہ جویہا	کالپور اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات مین نہرین
می کند وپلہامی بست وزراعتہا بسیار میفرمود	نکلوائین پل بندھوائے اور زراعت کو بیحد ترقی
ودر مواضعیکہ خود آبادان کردہ بود علمار و	دی سلطان نے جونئے مقامات آباد کئے وہان
فضلار وغربار امتوطن می ساخت تا مردم	علمار وفضلار اور دوسرے طبقہ کے لوگون کو بسایا
آئندہ وروندہ را طعام می دادہ باشند وہرچہ	اس کا بھی انتظام کیا کہ اس رستہ سے آنیوالے
محتاجان را درکار باشد از نقد وجنس از ان	جانیوالے مسافرون کو وہان کھانا دیا جائے،
جنس صرف می کردہ باشندہ	اور غریبون محتاجون کو نقد یا جنس جس چیز کی
" " " "	ضرورت ہو برابر دی جائے،

اس قسم کے انتظام کا اثر ملک کی آبادی وخوشحالی پر کیا پڑا ہوگا، اس کا کسی قدر اندازہ فرشتہ کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہی،

ودر مملکت کشمیر ہیچ زمینے بے آب وزراعت	ملک کشمیر کا کوئی حصہ بے آب وزراعت نرہا مگر ہان
نماند مگر درجائیکہ علم سلطان بآن نرسید	شاید وہ حصہ جسکا علم بادشاہ کو نہ ہوا ہو،

قحط مین رفع مصائب سلطان زین العابدین کے آخری عہد حکومت مین سخت قحط پڑا، تمام مملکت کشمیر مین زراعت اور پیداوار کا نام ونشان تک نہ تھا، لوگون کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ سونے اور چاندی کی بڑی بڑی مقدار کے مقابلہ مین غلہ کی تھوڑی سے تھوڑی مقدار کو لینا غنیمت سمجھتے تھے، غریب اور کم استطاعت طبقہ کے لوگ کچے اور بدترین قسم کے پھلون کو بھوک کی تکلیف رفع کرنے کے لئے کھاتے اوران کی پیدا کردہ خرابیون کی وجہ سے اپنی جانین دیتے تھے اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس قسم کے پھل بھی نہ پاتے تھے اور بھوک کی شدت اور تکلیف سے بالآخر مرجاتے تھے، سلطان ان حالات کی وجہ سے بیحد ملول وغمگین رہتا تھا، اور جوکچھ تدبیرین اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے اس کے قبضۂ واختیار مین تھین سب کو کام مین لاتا تھا۔ چنانچہ اس نے عام حکم دیا کہ شاہی وسرکاری غلہ کے انبار جس قدر اور جہان کہین ہین وہ سب رعایا مین تقسیم کردئے جائین، سلطان نے اس سال اصل خراج ملکی مین سے بھی بڑی مقدار رعایا کو معاف کردی یہانتک کہ بعض حصۂ ملک مین اصل خراج مین سے صرف ایک چوتھائی اور بعض حصون مین صرف اس کا ساتوان حصہ وصول کیا گیا بقیہ خراج بالکل معاف کردیا گیا،

شہزادونکی مخاصمت وخانہ جنگی

سلطان کے تین لڑکے تھے، بڑے کا نام آدم خان، منجھلے کا حاجی خان اور چھوٹے کا بہرام خان تھا، انمین حاجی خان سب سے زیادہ مان باپ کو عزیز ومحبوب تھا اور آپس مین بڑے اور منجھلے بھائی کے درمیان سخت نزاع واختلافات تھے، جس زمانہ مین آدم خان نے تبت فتح کیا سلطان کی نگاہ مین اسکی محبوبیت بڑھ گئی تھی چنانچہ اس کو اپنے ساتھ پایۂ تخت مین رکھا اور باہمی اختلافات کی وجہ سے منجھلے شہزادہ حاجی خان

کو وہان رکھنا نامناسب خیال کیا اور اس کو لوہر کوٹ کا حاکم مقرر کرکے وہان بھیجدیا کچھ دنون بعد بعض ناعاقبت
اندیش مشیرون کے مشورہ مین آکر حاجی خان سلطان کی طلب واجازت کے بغیر لوہر کوٹ سے کشمیر کے لئے
روانہ ہوگیا یہ دیکھکر پہلے سلطان نے اس کو آنے سے منع کیا اور نصیحت آمیز طریقہ پر اس حرکت سے روکا لیکن
اس کا کوئی اثر نہوا، اب سلطان نے فوجی طاقت سے کام لیا اور اس کو روکنے کے لئے فوجین روانہ کین،
یہ دیکھکر حاجی خان اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور پشیمان ہوکر عذر خواہانہ سلطان زین العابدین کی خدمت
حاضر ہونا چاہا لیکن چند خود غرض و واقعہ طلب اشخاص نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ
بیٹے مین جنگ چھڑ گئی، شاہزادہ آدم خان اس جنگ مین باپ کا دست و بازو تھا، دن بھر کی سخت لڑائی
کے بعد حاجی خان نے شکست کہائی۔ اور وہ مغلوب ہوکر ہیرہ پور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہوا، آدم خان
نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہیون کو قتل کیا اور چاہتا تھا کہ جب تک حاجی خان
کو گرفتار نہ کرلے اس وقت تک دم نہ لے، لیکن خود سلطان نے اس کو تعاقب کرنے سے روک دیا، سلطان
نے اس فتح و کامیابی کے بعد حاجی خان کی فوج کے قیدی سپاہیون، اپنے درپردہ مخالفون اور دلدادون
کے قتل کئے جانے کا حکم دیا، سلطان نے علاقۂ کامراج بھی آدم خان کے سپرد کیا اور اس کو اپنا ولیعہد
متعین کیا اور اس کے بعد مسلسل چھ برس تک آدم خان کا جاہ و اعتبار سلطان اور رعایا کی نظر مین ترقی کرتا
گیا، لیکن پھر خود اسکی ظالمانہ حرکتون نے اس کو اس پایۂ اعتبار سے نیچے گرادیا اور وہ اس طرح کہ ولایت
کامراج مین آدم خان نے طرح طرح کے ظلم و فساد شروع کئے اور جو کچھ جس کے پاس پایا چھیننے لگا، لوگون
نے اس کے مظالم سے تنگ آکر سلطان زین العابدین کے دربار مین دادخواہی کی، سلطان نے پہلے اسکو
بہت کچھ نصیحتین کین لیکن موثر نہوئین، اب اس کے ظلم و تمرد کی یہ حالت ہوگئی کہ خود سلطان جو احکام بھیجتا
ان کی بھی پروا نہ کرتا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس نے قطب الدین پورہ کو اپنا مستقر قرار دیا اور کثیر التعداد لشکر
جمع کرکے سلطان زین العابدین کی مخالفت شروع کی، سلطان نے اول اول نوبطائف الحیل اسکو

اس کے ارادون سے باز رکھنا چاہا اور اسی درمیان مین اسکی حرکتون سے متوہم ہوکر منجھلے شہزادہ حاجی خان کو
اطمینان و تسلی دیکر جلد سے جلد اپنے پاس آجانیکی ترغیب دی، چنانچہ جب وہ آرہا تھا تو اس کی خبر آدم خان کو
لگ گئی اس نے فوراً ولایت کامراج سے نکلکر سرراہ اس سے جنگ کی اور حاجی خان کو شکست دیکر
سوپور کو بہت بری طرح غارت و برباد کیا، سلطان زین العابدین کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو اس نے
اس فتنہ کو مزید ترقی سے روکدینے کے لئے ایک کثیر التعداد اور جرار لشکر آدم خان کی سزا و تنبیہ کی غرض سے
روانہ کیا، ادم خان نے بھی اس لشکر کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی شروع ہوگئی لیکن اس جنگ مین آدم خان
کی فوج کے بہترین جوانان جنگ آزما کام آئے اور آخر کار وہ مغلوب ہوکر بھاگ جانے پر مجبور ہوا،
بدقسمتی یہ کہ جب وہ اور اس کا لشکر بھاگ رہا تھا تو دریائے بہت کا وہ پل جو سوپور کے سامنے واقع تھا،
ٹوٹ گیا یا سلطان نے توڑ وا دیا جسکی وجہ سے تقریباً تین سو اس کی فوج کے بہترین سپاہی غرق ہوگئے
سلطان زین العابدین نے اس کامیابی کے بعد سوپور پہنچکر وہان کی رعایا کو بہت کچھ تسلی و تشفی دی، اس
وقت دریائے بہت کے اس جانب سوپور مین سلطان زین العابدین اور اسکا لشکر مقیم تھا اور دوسری جانب
کنار دریا آدم خان اور اس کا لشکر اسی موقع پر سلطان کے حکم کے مطابق موضع پنجہ کی راہ سے حاجی خان
بارمولہ پہنچا، سلطان نے حاجی خان کی پیشوائی کے لئے چھوٹے شہزادہ بہرام خان کو بھیجا، ان دونون بھائیون
مین باہم بہت محبت والفت تھی، جب آدم خان کو حاجی خان کی آمد کی خبر ملی تو سخت خائف و غمگین ہوا،
اور اب اپنی ناکامی کا یقین کرلینے کے بعد وہان سے نیلاب کی طرف بھاگ نکلا، اس کے فرار کے بعد
سلطان زین العابدین شہزادہ حاجی خان کو لیکر پایۂ تخت کو لوٹا اور اس کے ساتھ بیحد التفات و محبت کا
کرکے اس کو ولیعہد حکومت مقرر کیا، شہزادہ حاجی خان نے بھی بہت اخلاص و ادب کے ساتھ خدمتگذاری
کی اور پچھلی تقصیرات کی تلافی کردی، سلطان نے ایک مجوہر درمرصع تلوار اس کو عنایت کی اور اس کے
ساتھیون، خادمون اور سپاہیون کو منصب اور جاگیرین عطا کین لیکن آخر آخر مین سلطان شاہزادہ حاجی خان

سے بھی ناراض ہوگیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ بکثرت شراب پیتا اور سلطان کی پدرانہ نصیحتوں پر عمل نکرتا تھا۔ اسی زمانہ مین سلطان زین العابدین کو اسہال دموی کا مرض لاحق ہوگیا جو بعد کو برابر بڑھتا ہی رہا اور اسکی وجہ سے سلطنت کے کاروبار مین بڑا خلل پڑگیا بعض امرائے حکومت نے درپردہ آدم خان کو آنے اور سلطان سے ملنے کا موقع دیا وہ سلطان کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن اس نے اسکی طرف کوئی توجہ نہین کی، آدم خان نے یہان اپنے بھائیون سے ملکر صلح کرلی اور امرا و اعیان حکومت سے عہد و پیمان لیا، ان امرا نے سلطان کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ سلطنت کے تمام کاروبار معطل پڑے ہین ملک تباہ و برباد ہورہا ہے آپ شاہزادون مین سے جسکو پسند کرین اپنا جانشین مقرر فرمائین سلطان نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا بلکہ معاملہ کو تقدیر و رضائے الٰہی پر چھوڑ دیا، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین ایک مرتبہ تینون شہزادے ایک مجلس مین جمع ہوئے، چھوٹے شہزادہ بہرام خان نے اس موقع پر کچھ ایسی گفتگو کی جسکی وجہ سے آدم خان اور حاجی خان مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا اور دونون نے پچھلی صلح و مصالحت اور عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدیا، آدم خان نے سلطان سے اجازت رخصت لیکر اسی وقت قطب الدین پورہ کی راہ لی ادھر آدم خان کی روانگی کے بعد حاجی خان اور بہرام خان نے ملکر اسکی بیخکنی کا تہیہ کرلیا چنانچہ اب باقاعدہ آدم خان سے جنگ شروع ہوگئی اس درمیان مین آدم خان ایک رات کو تنہا سلطان کی عیادت کے لئے اپنی فوج کو شہر کے باہر چھوڑکر محل سلطانی مین داخل ہوا اور رات بھر دیوانخانہ مین رہا، اسی رات کو حسن خان کچی جو کشمیر کے سربرآوردہ و مقتدر امرا و اعیان سلطنت مین سے تھا اس نے حاجی خان کیلئے دوسرے امرا و ارکان سلطنت سے بیعت لی چنانچہ اب باقاعدہ حاجی خان دیوانخانہ مین داخل ہوا اور نیز سلطانی خزانہ پر قابض ہوگیا، اس نے کثیر التعداد فوج مہیا کرلی اور قلعہ کے باہر اپنا لشکر جمع کردیا، اس طرح حاجی خان کی کامیابی دیکھکر آدم خان بالکل مایوس ہوگیا اور اب اس نے بارہ مولہ کی راہ سے کشمیر چھوڑکر ہندوستان کی راہ لی، اسی زمانہ مین اس کے نوکرون نے بھی اس سے بیدل ہوکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حاجی خان کے

امراء مین سے ایک امیر زین لارک نام نے اس آخری موقع پر بھی اس کا تعاقب کیا لیکن اس بہادر جنگجو نے اس کا خوب خوب مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے عزیزون اور بھائیون کو تہ تیغ کرتے ہوئے کشمیر کو خالی کردیا،

سلطان کی موت

سلطان زین العابدین بستر علالت پر تھا، اسکی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی، شاہزادونکی باہمی مخاصمت و مخالفت کی خبرین اسکی روح کو اور زیادہ صدمے پہنچا کر مرض کی تقویت و استیلا کا ذریعہ بنگئی تھین، امرا و اعیان سلطنت مستعدی کے ساتھ اسکی خدمت گذاری مین مشغول تھے، وہ شاہزادون کے فتنہ و فساد کے خیال سے ان کو اسکا موقع نہ دیتے تھے کہ سلطان کی عیادت کیلئے جائین، رعایا کی تسکین و تسلی کی غرض سے کبھی کبھی سلطان کو کسی بلند و نمایان مقام پر بٹھاتے تھے تاکہ سب لوگ دور سے اس کو دیکھ سکین، اور اس طرح ملک کی حفاظت و صیانت کیلئے مناسب تدبیرون کو کام مین لاتے تھے سلطان کا مرض جب اور زیادہ ترقی کرگیا تو یہ حالت ہوگئی کہ وہ مطلقاً کوئی غذا نہ کرتا تھا اس کے حواس معطل ہوگئے تھے اکثر بے ہوش و حواس رہتا تھا چنانچہ کبھی تمام تمام رات اور تمام تمام دن بیہوش پڑا رہتا یہانتک کہ بالآخر ۸۷۷ھ مین انہتر[۶۹] برس کی عمر اور ۵۲ برس کی مدت حکمرانی کے بعد اس جہان فانی کو چھوڑکر عالم بقا مین پہنچ گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون،

عادات و اخلاق اور دوسرے عام حالات

باوجود فراوانی اسباب عیش و نشاط سلطان زین العابدین اپنی اخلاقی حیثیت سے ایک پارسا مزاج و زاہد خو شخص تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و پارسائی او بحدے بود کہ عورت بیگانہ را	اس کی پارسائی اس حد تک تھی کہ غیر کی عورت
بجائے مادر و خواہر خویش تصور مینمود و ہیچ	کو اپنی مان اور بہن تصور کرتا تھا اور کسی طرح

وجہ صورت نداشت کہ در روے نامحرم و یا در مال غیر بنظر خیانت طمع کند، " "

بھی جائز نہ رکھتا تھا کہ کسی نامحرم عورت یا غیر کی دولت و ثروت کو خیانت اور بدی کی نگاہ سے دیکھے اور اسکا لالچ کرے،

دنیا اور اسباب دنیا سے اسکی وارستگی کی شہادت فرشتہ ان لفظون مین دیتا ہے،

وگذشتگی و وارستگی او از دنیا بمرتبہ بود کہ بآن علو شان و حشمت و شوکت اصلا تعلق باسباب سلطنت نداشت و در مقام جمع نمودن خزائن نبود،

دنیا سے وارستگی اس درجہ تھی کہ باوجود حشمت و شوکت اسباب سلطنت سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا اور وہ کبھی خزانون کے جمع کرنے کی فکر مین نہ پڑا،

وہ نرم خو اور رحم دل تھا اس لئے اگر کبھی کسی سے خفا اور ناراض ہوتا تو یہ ضرور نہ تھا کہ اس کی سزا کرتا اس کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کسی پر غضب و غصہ کرتا تو اس کو کسی بہانہ سے دور دراز ملک مین بھیجدیتا تھا اور اس طرح جس شخص سے وہ ناراض ہوتا اس کو اسکی ناراضی کی خبر تک نہ ہونے پاتی، اس کی نرم خوئی و رحم دلی انسانون ہی تک محدود نہ تھی بلکہ حیوانات پر بھی وہ مہربان تھا فرشتہ لکھتا ہے،

وبمہربانی کہ داشت مردم را حکم بمنع شکار فرمود تا جانوران کشتہ نشوند،

مہربانی کی وجہ سے اس نے ممانعت کردی تھی کہ کوئی شکار نہ کھیلے تاکہ جانور مارے نہ جائین

اس کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ

در ماہ مبارک رمضان گوشت نمی خورد (فرشتہ)

رمضان المبارک کے مہینے مین گوشت نہین کھاتا تھا

وہ طبعاً مسالمت پسند اور روادار تھا، اس لئے ہر مذہب اور ہر گروہ کے اشخاص کی عزت و محبت کرتا تھا، اس کی مجلس مین مسلمان اور ہندو دونون جماعت کے تعلیم یافتہ اور باکمال افراد شریک بزم ہوتے تھے، فرشتہ لکھتا ہے،

و با جمیع طوائف مردم صحبت میداشت و چون کسب علوم و فنون کردہ بود ہمیشہ مجلس او پر از دانایان مسلمان و ہندو می بود۔

ہر گروہ کے افراد کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور چونکہ اس نے علوم و فنون سیکھے تھے اس لئے اسکی مجلس مسلمان اور ہندو تعلیم یافتہ و ارباب کمال اشخاص سے ہمیشہ بھری رہتی تھی،

وہ جس طرح علماء اسلام کے ساتھ خلوص و عقیدت رکھتا تھا اسی طرح ہندو قوم کے جوگیون کی عزت و محبت بھی کرتا تھا، فرشتہ لکھتا ہے،

" وسلطان در تعظیم او و جمیع علمائے اسلام تقصیر نمی کرد و می گفت کہ اینہا مرشد و قبلۂ ما اند و مارا از ضلالت برآوردہ ہدایت رسانیدہ اند و ہمچنین احترام جوگیان نیز می نمود کہ اینہا مرتاض و غریب اند و نظر بعیب ہیچ طائفہ نمی کرد کہ ہمین منظور او بو

تمام علمائے اسلام کی تعظیم کرتا تھا اور کہتا تھا یہ ہمارے قبلہ و مرشد ہین گمراہی سے بچا کر انھون نے ہمین ہدایت کی راہ پر لگایا ہے، وہ جوگیون کا بھی احترام کرتا تھا اور کہتا کہ یہ لوگ بے نفس و مرتاض ہین، کسی گروہ کی عیب جوئی نکرتا تھا کہ اس کو یہی دل سے پسند تھا،

اس کی فراست و دانائی کے متعلق فرشتہ لکھتا ہے کہ

" فراست و بزرگی بمرتبہ داشت کہ ہر نوع قضیہ و مشکلے را کہ عاقلان از حل آن عاجز می شدند سلطان در بدیہہ بتفصیل می رسانید " " "

اس درجہ عاقل و دانا تھا کہ جس مشکل کے حل اور جس قضیہ کے فصل سے تمام عقلمند و تجربہ کار لوگ عاجز رہجاتے سلطان آن کی آن مین فیصل کردیتا تھا،

اس کے بعد فرشتہ نے استشہاداً یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنی سوت کو بدنام و رسوا کرنے اور اس طرح اپنے دل کے آتش حسد کو بجھانے کی غرض سے خود اپنے ننھے سے بچہ کو مار ڈالا اور

اس کا الزام اپنی سوت کے سر رکھا، جب یہ مقدمہ دربار سلطانی مین آیا تو پہلے سلطان نے اس کو علماے دربار کے سپرد کیا لیکن سب کے سب اس کو فیصل کر سکنے سے عاجز رہے بالآخر سلطان نے اس کو خود اس طرح فیصل کیا کہ پہلے اس نے سوت کو جس پر الزام لگایا گیا تھا طلب کیا اور الگ لیجا کر اس سے کہا کہ اگر تو نے واقعتاً اس بچہ کو قتل کیا ہی تو سچ سچ مجھ سے اقرار کرلے اگر تو نے صحیح اقرار کرلیا تو یقین رکھ کہ تجھکو معاف کر دونگا ورنہ ذرہ بھی غلط بیانی سے کام لیا تو سخت ترین سزا دونگا، عورت نے جواب دیا کہ آپ جو چاہین سزا دین لیکن سچ یہ ہی کہ مین اس بچہ کے قتل کرنے والے کو نہین جانتی، دیر تک ترغیب و ترہیب کے بعد سلطان نے آخر مین اس سے کہا کہ اچھا، اگر تو نے قتل نہین کیا اور، تو اس تہمت سے بری ہی تو چل اپنے تمام کپڑے اتار دے اور ننگی تمام آدمیون کے سامنے سے ہو کر اپنے گھر کو چلی جا، تاکہ تمام لوگ جان لین کہ تو اس خون کی تہمت سے بری ہے عورت نے یہ سنکر شرم سے سر جھکالیا اور عرض کی اگر مجھکو قتل کر دیا جائے تو یہ اس بیحیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے کیا قتل و خون کی یہ جھوٹی تہمت میری رسوائی کے لئے کافی نہین ہی؟ کہ مین اس بیحیائی و بے شرمی کے فعل کا ارتکاب کرون، یہ جواب پاکر سلطان نے اس کو چھوڑ دیا، اور مدعیہ کو بلوایا اور بالکل یہی گفتگو اس سے بھی کی اس نے کہا اگر میری سوت اس بچہ کی قتل کرنیوالی نہو تو اس کے عوض مجھے قتل کر دیا جائے، سلطان نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے مین سچی ہی تو تمام اہل مجلس کے سامنے ننگی ہو جا، یہ سنتے ہی وہ فوراً ایسا کرنے کے لئے امادہ ہو گئی اور چاہتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار ڈالے، یہ دیکھکر سلطان نے ایسا کرنے سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جرم اسی مدعیہ کا ہی اس نے صرف اپنی سوت کے استیصال کی غرض سے ایسا کیا اور اس کا الزام اس کے سر رکھا، اس فیصلہ کے بعد سلطان کے حکم سے چند کوڑے اس کو لگائے گئے اب اس نے قتل کا اقرار بھی کیا اور اس اقرار کے بعد وہ آخر اپنے جرم کی اس سزا کو پہنچی جسکی وہ مستحق تھی،

ایک عجیب واقعہ | سلطان زین العابدین کے سلسلہ واقعات زندگی مین یہ واقعہ خاص طور پر عجیب و قابل

ذکر ہے، کہ ایک مرتبہ سلطان کو ایک سخت مرض ہو گیا جس مین نقاہت اور کمزوری اس درجہ ہو گئی تھی کہ بستر پر جنبش و حرکت کر سکنے سے بھی معذور تھا، تمام لوگ سلطان کی زندگی و صحت کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک جوگی آیا، اس نے سلطان کی بیماری کا حال سنکر امراء و اعیان حکومت تک رسائی حاصل کی اور ان سے کہا کہ آپ سب لوگ سلطان کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہین مین ایک ایسا علم جانتا ہون جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری کو اپنی طرف منتقل کر سکتا ہون اور اس کے بعد سلطان کو بالکل صحت ہو جائیگی، آپ لوگ مجھے پہلے سلطان کے پاس لیچلین تاکہ مین دیکھون اور کوشش کرون، یہ سنکر امرائے دربار اس کو سلطان کے پاس لے گئے، جوگی نے اس کو دیکھکر کہا کہ بیماری بہت سخت ہے تاہم مین اپنا عمل کرونگا مجھے کامیابی کی امید ہے آپ حضرات میرے ایک چیلہ کو میرے پاس رہنے کی اجازت دین اور کمرہ کو بالکل خالی کر دین اور جب تک مین عمل کرتا رہون کوئی ادھر نہ آنے پائے، امرانے چیلہ کو آنیکی اجازت دی، کمرہ کو بالکل خالی کر دیا جوگی نے اپنا عمل شروع کیا جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری جوگی کی طرف منتقل ہو گئی اب سلطان صحیح تھا اور جوگی بیمار، اس کی بالکل وہی علامت ہو گئی جو سلطان کی تھی، جوگی نے اسی حالت مین اپنے چیلہ سے کہا کہ امرا کو خبر دو سلطان کو صحت ہو گئی اور مجھے نہایت احتیاط کے ساتھ اٹھا کر میری قیامگاہ کو لیچلو، اور وہان اثنائے علالت مین کتّے، بلّی اور دوسرے جوانات کے صدمہ و آسیب سے میری حفاظت کرتے رہو، تاآنکہ مین بھی بالکل صحیح و تندرست ہو جاؤن، یہ سنکر جوگی کے چیلہ نے امرا کو خبر کی اونھون نے آکر سلطان کو صحیح و تندرست پایا تو سب کے سب حیران و ششدر رہگئے، جوگی کو اٹھا کر اس کا چیلہ اوسکی قیامگاہ کو لیگیا اور سلطان اور اس کے امراء و اعیان حکومت نے صحت کی بیحد خوشی منائی اور بہت کچھ صدقات اور خیرات محتاجون اور فقیرون مین تقسیم کی

ہمعصر سلاطین و امراسے تعلقات

سلطان زین العابدین کی نیکنامی اور حسن شہرت نے اس کے معاصر سلاطین و امرا کو اسکا مشتاق

وگرویدہ بنادیا تھا چنانچہ فرشتہ نے تصریح کی ہو کہ وہ اس کے ملنے کے آرزومند رہتے تھے، اس کے تعلقات اخلاص و دوستی کے دائرہ مین ہندوستان کے باہر کے سلاطین و امرا بھی داخل تھے اور ان مین سب سے زیادہ مخصوص و استوار روابط معاصرت خاقان سعید ابو سعید شاہ سے تھے ان دونون کے درمیان ہدایا و تحائف کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا خاقان ابو سعید خراسان سے عربی گھوڑے، عمدہ خچر اور قوی ہیکل اونٹ بھیجا کرتا تھا اور ادھر سلطان زین العابدین اس کے مقابلہ مین زعفران، کاغذ، مشک، عطر و گلاب، سرکہ، کشمیری شالین اور شیشے کے برتن خاقان کے پاس بھیجا کرتا تھا،

اس قسم کے تحائف مین سے دو جانور خاص طور پر قابل ذکر ہین جو راجہ تبت نے سلطان زین العابدین کو بھیجے تھے، یہ جانور تبت کے ایک مشہور تالاب مین پائے گئے تھے، جس کی یہ خصوصیت تھی کہ اس کا پانی کبھی خراب و متغیر نہین ہوتا تھا ان جانورون کا نام راج ہنس تھا وہ نہایت خوشنما و خوبصورت تھے اور ان کی یہ عجیب و غریب خصوصیت تھی کہ ان کو دودھ مین پانی ملا کر جب کھانے کے لئے دیتے تھے تو وہ اپنی چونچ کے ذریعہ اس مین سے دودھ کے تمام اجزا کو کھا لیتے تھے اور خالص پانی کو چھوڑ دیتے تھے،

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ، اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی، مذہبی، اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۲۵ قیمت ۱۲؎

منیجر

نظریۂ اضافیت

(۲)

از جناب مولوی نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی، استاذ طبیعیات جامعہ عثمانیہ

نظریۂ اضافت پر جو عظیم الشان لٹریچر مغرب مین پیدا ہو گیا ہو اس کی ادنیٰ سی مثال ایک یہ ہو کہ دو برس ہوئے امریکہ کے رسالہ "سائنٹفک امریکن" نے اس نظریہ کو انعامی قرار دیکر اس پر متعدد مضمون لکھوائے، امریکہ کے ایک علم دوست مخیر نے ۵۰۰۰ ڈالر (تقریباً ۱۵۴۵۰ روپیہ) کا انعام بہترین مضمون لکھنے والے کو دیا مضمون کا انتخاب ماہرین فن کی ایک مختصر سی جماعت نے انجام دیا، نظریہ کی اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے گذشتہ مضمون[1] "مشتے نمونہ از خروارے" ہے، اس صحبت مین ارادہ ہے کہ نظریہ کے مختلف پہلوؤن پر اور مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی جائے،

گذشتہ صحبت مین ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ پروفیسر **آئنسٹین** جاپان مین مدعو کئے گئے تھے، چنانچہ اسی دعوت کی بنا پر وہ ہندوستان ہوتے ہوئے جاپان تشریف لے گئے، بمبئی مین انھون نے اتنا قیام کیا تھا کہ وہان ایک لکچر اس نظریہ پر دے سکے، جاپان مین جب پہونچے تو اون کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا، جس جاپانی عالم نے مناظرہ کا ارادہ کیا تھا وہ ایک نوجوان شخص ہے، اوس نے بالآخر اپنے ایک معمر استاد کی فہمایش پر مناظرہ سے احتراز کیا اور پروفیسر موصوف کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، کہ اوس کے دلائل خود اوس کے استاد کی نگاہ مین یکسر بازیچۂ اطفال سے زیادہ نہ تھے، اور اس کے مقابلہ مین پروفیسر موصوف کے دلائل زیادہ مستحکم اور قوی ہین، اس تمہید کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہین،

[1] دیکھو معارف دسمبر ۱۹۲۲ء

اضافیت، اضافیت کا مفہوم جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا تھا کوئی نیا مفہوم نہین ہے، فلسفی مدت سے مانتے آئے ہین، لیکن ان سب کی نظر مسئلہ کی کیفیت پر رہی بکمیت پر صرف آئنسٹین نے توجہ کی اور بالآخر ہر طرح سے مکمل کر کے اس کو ایک نظریہ کی صورت مین پیش کیا، یہی اس کا اصل کارنامہ ہی،

ہر مشاہدہ مین دو فریق ہوتے ہین، ایک مشاہد یعنی دیکھنے والا اور دوسرا مشاہَد یعنی جو کچھ دیکھا جائے،

جو کچھ کہ ہم دیکھتے ہین وہ محض شے مرئی پر منحصر نہین ہی بلکہ خود ہمارے حالات پر بھی منحصر ہے، یعنی ہمارے مقام، ہماری حرکت، اور ہمارے ذاتی خبط[1] پر بھی بہت کچھ اس کا انحصار ہے، بسا اوقات محض بہ تقاضائے فطرت یا بعض اوقات بالارادہ ہم اس بات کی کوشش کرتے ہین کہ کسی طرح مشاہدہ مین سے اپنی انانیت حذف کر دین اور اس ربع مسکون کا ایک ایسا نقشہ کھینچین جو جملہ مشاہدین مین مشترک ہو، جیسے کبھی کبھی سمندر کے افق پر ایک چھوٹے سے داغ کو ہم ایک عظیم دخانیہ سمجھنے لگتے ہین، یا ریل گاڑی مین بیٹھے ہوئے کھڑکی سے ایک گائے کو اپنے پاس سے پچاس میل فی گھنٹہ کی شرح سے حرکت کرتے دیکھتے ہین، اور کہتے یہ ہین کہ وہ ساکن ہی، ہم تارون والے آسمان کو حرکت کرتا دیکھتے ہین اور فیصلہ یہ کرتے ہین کہ فی الحقیقت گردش زمین کر رہی ہے، اس طرح سے گویا ہم ایک ایسا نقشہ پیش کرنا چاہتے ہین جو کسی دوسرے سیارے پر رہنے والے مشاہد کے نزدیک بھی صحیح ہو،

اگر ہم اپنے معلومات کو ایک ہمہ گیر شکل مین پیش کرنا چاہتے ہین تو سب سے پہلا کام ہمارا یہ ہونا چاہیئے کہ جملہ انفرادی حیثیات کو مٹا کر کسی خاص مشاہد کو معیار قرار دیکر اس کی اضافت مین ان حیثیات کو تحویل کر لین، دنیا کا نقشہ جو اس طرح سے حاصل ہوگا وہ بھی اضافی ہی ہوگا کیونکہ ہم نے مشاہد کا حصہ حذف نہین کیا ہو بلکہ صرف اس کا تعین کر دیا ہے،

[1] Idiosyncracy

کسی مشاہد کے حصے کو حذف کرنے مین سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر مشاہد کو مطلقاً سکون ہو تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے لیکن یہ امر ممکن نہین، ہر وہ مشاہد جس کو ہم ساکن سمجھتے ہین زمین کی حرکت مین شریک ہی، اور اس لئے متحرک ہے، حرکت کے اس عجیب و غریب اثر کو ہم چند مثالون سے واضح کرنا چاہتے ہین۔

حرکت کی وجہ سے شے مین انقباض، زید و بکر دونون کسی دریا مین الگ الگ تیر رہے ہین، اگر بالفرض دریا شرقاً غرباً بہہ رہا ہے اور زید شرقاً غرباً ۱۰۰ گز آئے جائے اور بکر شمالاً جنوباً اسی طرح ۱۰۰ گز طے کرے، تو بتلایئے کہ دونون مین کس کو زیادہ وقت درکار ہوگا،

جاتے وقت دریا کی لہر زید کے خلاف عمل کرتی ہے اسی لیئے زید کو زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، واپسی مین لہر زید کے موافق ہو جاتی ہی اس لیئے وہ جلد تر واپس آجاتا ہی، بکر کے راستے مین بھی لہر حائل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو بھی کسیقدر قوت لہر کے ساتھ ساتھ جانے سے بچنے کے لیئے صرف کرنا پڑتی ہی لیکن ہر تیراک یہی کہیگا کہ زید کو زیادہ مزاحمت پیش آتی ہے،

اس کو ایک عددی مثال سے یون سمجھیئے کہ تیراک کی رفتار ۵۰ گز فی دقیقہ ساکن پانی مین ہے اور لہر کی رفتار ۳۰ گز فی دقیقہ ہے، تو زید کی رفتار لہر کے خلاف صرف ۲۰ گز (۵۰ - ۳۰) اور لہر کی سمت مین ۸۰ گز (۵۰ + ۳۰) گز فی دقیقہ ہی، جاتے مین زید کو ۵ دقیقے لگتے ہین اور آتے وقت ۱¼ دقیقہ، پس کل مدت ۶¼ دقیقہ،

اب بکر کا حال سنئے، فرض کیجئے کہ وہ نقطہ ا سے چلتا ہے اور اس کا مقصود نقطہ ب پر پہنچنا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لیئے اس کو نقطہ ج پر نظر رکھنا چاہیئے تا کہ لہر اس کو ہٹاتے ہٹاتے نقطہ ب پر لے آئے گویا اگر پانی ساکن ہوتا تو بکر فاصلہ ا ج طے کرتا، اب

اس نے وب طے کیا ہے، تو لہر کی وجہ سے جتنا فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑا وہ ج ب ہے، اب اگر حسب سابق بکر اور دریا کی رفتار ۵۰ اور ۳۰ گز فی دقیقہ ہو تو وج اور ج ب مین ۵۰ اور ۳۰ کی نسبت ہوجائے، اب چونکہ مثلث وب ج قایم الزاویہ ہے اس لئے اقلیدس مقالہ اول شکل ۴۷ کی رو سے وب مساوی ۴۰ گز کے ہوگا، چونکہ بکر ۵۰ گز طے کرتا ہے اس لئے وج کا طول ۱۲۵ گز ہوا، اور اس فاصلہ کے لئے مدت ۲½ دقیقے ہوگی، واپسی کے لئے بھی ۲½ دقیقے درکار ہونگے، پس کل مدت ۵ دقیقہ ہوئی،

پانی اگر ساکن ہوتا تو مدت ۴ دقیقے ہوتی،

پس زید اور بکر ہر دو کی مسافت مین نسبت ۶¼ اور ۵ کی ہے،

یعنی نسبت = ۶¼ : ۵

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{30}{50}\right)^2}}$$

کیونکہ

$$6\tfrac{1}{4} : 5 = \frac{25}{4} : 5 = \frac{25}{4} \times \frac{1}{5} = \frac{5}{4} = \frac{1}{\frac{4}{5}} = \frac{1}{\sqrt{\frac{16}{25}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\frac{9}{25}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{3}{5}\right)^2}} = \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{30}{50}\right)^2}}$$

نسبت کو اس طرح لکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ اس نسبت کا انحصار دریا کی رفتار اور تیراک کی رفتار

کی نسبت یعنی ۳۰/۵۰ پر ہے،

انہی اصولون کی بنا پر ۱۸۸۷ء مین امریکہ مین ایک بہت ہی مشہور تجربہ ترتیب دیا گیا، اس تجربہ مین تیراک نور کی ایک لہر تھی اور ہم جانتے ہین کہ مادہ اثیر مین نور ۱،۸۶،۳۳۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے تیرتا ہے، اثیر معمل مین اس طرح جاری تھا جیسے کوئی دریا ساحل کے کنارے کنارے بہ رہا ہو ایک ہلکی مجلّا سطح سے جزئی انعکاس کے ذریعہ سے موج نور کے دو حصے کر دیئے گئے تھے، ایک حصہ زید کی طرح سمت دریا مین حرکت کرتا تھا، اور دوسرا بکر کی طرح شمالاً جنوباً جب ہر دو امواج اپنے اپنے منتہی تک پہونچ گئین تو دو آئینون کی مدد سے مقام آغاز پر واپس کر دی گئین، اس مسابقت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے خاص خاص مناظری آلات ترتیب دئیے گئے تھے، چونکہ نور موجون کا نتیجہ ہی اور ہر موج مثل آبی لہر کے اپنے اندر ایک اوج اور ایک حضیض یا ایک نشیب اور ایک فراز رکھتی ہو اسلئے دو موجون کے ملنے سے پتہ لگ سکتا تھا کہ کون جلد پہونچی اور کون دیر مین، یعنی اگر دیر مین پہونچی ہوگی تو ایک کا اوج دوسرے کے اوج سے مطابق ہونے کے بجائے اس کے حضیض پر منطبق ہوگا،

مائی کلسن اور **مارلے** انہی دو عالمون نے تجربہ کیا تھا، جب انھون نے یہ نتیجہ دیکھا کہ دونون موجین ایک ساتھ پہنچین تو اون کو بہت تعجب ہوا یہ صحیح ہے کہ اون کو اثیر کی سمت حرکت معلوم تھی لیکن وہ اسی تجربہ کی مدد سے اس کو دریافت کر لینا چاہتے تھے، اس مشکل کو انھون نے اس طرح رفع کیا کہ سمتین بدل بدل کر تجربے کئے، یہ بھی ممکن تھا کہ کسی خاص لحظے مین کوئی لہر ہو ہی نہین لیکن زمین کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ ہے جو سورج کے گرد اپنے سفر مین لحظہ بہ لحظہ سمت بدلتی رہتی ہے، پس سال بھر مین کسی وقت بھی اثیر مین ارضی معمل کی رفتار ۱۸½ میل فی ثانیہ سے کم نہین ہو سکتی۔

اس تجربہ مین اس رفتار کی لہر سے بھی ایک موج کی تاخیر کا پتہ لگ جانا چاہیئے تھا، اور ۱۹۰۵ء مین مارلے اور ملر نے جب اس تجربہ کو دہرایا تو اس وقت صرف ۲ میل فی ثانیہ ہی کی اثیری لہر کافی تھی،

سوال یہ ہے کہ جب دو دوڑنے والے ایسے ہون جن مین سے ایک دوسرے سے سست رفتار ہو، اور اِس پر بھی وہ آخری منزل پر ایک ساتھ پہونچین تو ظاہر ہے کہ ان دونون نے برابر کے فاصلے نہ طے کئے ہونگے، اِس مشکل کو دور کرنے کے لئے تجربۂ بالا مین آلات کو ایک زاویۂ قایمہ مین گھما دیا تاکہ جو حصہ شرقاً غرباً تھا وہ شمالاً جنوباً ہو جائے اور جو شمالاً جنوباً تھا وہ شرقاً غرباً ہو جائے، اب دوڑنے والی چیزون (یعنی ہر دو حصۂ امواج) نے راستہ بدل دیا اس پر بھی نتیجہ وہی رہا۔ یعنی مقام آغاز دونون ایک ساتھ پہونچین،

واضح رہے کہ آیندہ ہم شرقاً غرباً کو طولی سمت کہین گے اور شمالاً جنوباً کو عرضی، مذکورۂ بالا عجیب وغریب نتیجہ کی سیدھی سی تاویل یہ ہے کہ ہر راستہ جب عرضی سے طولی وضع مین رکھا جاتا ہے تو خود بخود سمٹ جاتا ہی، پس آلات کا جو حصہ بھی طولاً رکھا جاتا ہی وہ فوراً چھوٹا ہو جاتا ہی،

ہم کو یہ فرض کرنا پڑتا ہی کہ آلہ کا کوئی سا حصہ جب اثیری رو کے لحاظ سے مختلف سمتون مین گھمایا جاتا ہی تو اس کے طول مین فرق آجاتا ہی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مادہ کی نوعیت کا اِس تجربہ پر اثر نہین پڑتا، خواہ دھات ہو، پتھر ہو یا لکڑی ہر قسم کے مادے کے لیے ایک ہی انقباض پیدا ہوتا ہے، جو دیر ہوتی ہی وہ اثیری رو کی رفتار اور نور کی رفتار کی نسبت پر منحصر ہے، اِس سے وہ انقباض بھی جو اِس دیر کی تلافی کردیتا ہی متعین ہو جاتا ہے، سب سے پہلے اِس توجیہ کو **فزجرال**[1] نے پیش کیا تھا، بعد مین **لارمر** اور **لورنز** کی تحقیقات نے اِس کی کافی تصدیق کی،

بہت سی صورتون مین یہ انقباض بہت ہی قلیل ہوتا ہی،

ہم دیکھ چکے ہین کہ جب رو کی رفتار تیراک کی رفتار سے ۱۲ اور ۵ کی نسبت مین ہو تو تعویق کی تلافی کے لیے [illegible] کے انقباض کی ضرورت ہی، زمین کی مداری رفتار نور کی رفتار کا $\frac{1}{10000}$ ہے، پس اس سے $1-\sqrt{1-(\frac{1}{10000})^2}$ یا $\frac{1}{[illegible]}$ (۲۰ کروڑ مین ایک حصہ) انقباض پیدا ہوتا ہے، اِس کے

[1] انگریزی مین Fitzgerald ہے۔

یعنے یہ ہوئے کہ زمین کا قطر سمت حرکت مین ۲½ انچ کم ہوجاتا ہی،

مائی کلسن اور **مارلے** کا تجربہ اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانے مین ناکامیاب رہا، کیونکہ جس اثر کی امید تھی یعنی نوری موج کی تعویق وہ آلات کے مادے کے خود بخود انقباض سے پوری ہوگئی، اِس سے بہتر برقی اور مناظری تجربات کئے گئے لیکن ان مین بھی اِس تعویق کا پتہ نہ لگا، کیونکہ کہین نہ کہین اِس کی تلافی ہوجاتی ہی، ہمارا اب یہ عقیدہ ہی کہ اشیاء کی ماہیت ہی کچھ ایسی ہی کہ یہ تلافی خود بخود ہوجاتی ہی، پس اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانا امر محال ہی، خواہ ہم ساکن ہون یا روشنی کی رفتار جیسی رفتار سے متحرک ہون ہمارے مشاہدات پر اِس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا،

چند تجربات جو کئے گئے ہین اِن سے اِس عام نتیجہ کا اخذ کرنا جسارت معلوم ہوگا، بالخصوص اس وجہ سے کہ ہم محدود رفتارون سے تجربہ کرسکتے ہین، اگر رفتارین عظیم ہون تو اختلاف بیّن طور پر معلوم ہو سکتا ہے، لیکن اس تلافی کو تقریبی خیال کرنے کے بجائے قطعی خیال کرنے کے دیگر دلائل بھی ہین، نظری حیثیت سے اِس تلافی کا پتہ برقاطیسی اصولون مین لگتا ہے جہان یہ بالکل صحیح ہی، جو کلیہ اوپر بیان ہوا اوس کو "محدود اصول اضافیت" کہتے ہین جو حسب ذیل ہے،

"کسی تجربہ سے اثیر کی اضافت سے یکسان رفتار کا پتہ لگانا نا ممکن ہی" اُصول اضافیت کے لوازم بہت ہی انقلاب انگیز ہین، ایک مثال لیجئے، اگرچہ یہ مثال مبالغہ معلوم ہوگی، لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ مبالغہ ہی یا واقعہ ہی، فرض کیجئے آپ اوپر کی جانب اثیر مین ۱۶۱،۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے چڑھ رہے ہین، اگر آپ اِس بات کا دعویٰ کرین کہ یہی آپ کی رفتار ہی تو کسی شخص کو بھی اِس کے خلاف کبھی کوئی شہادت نہ ملیگی، اِس رفتار پر فزجرالی انقباض ½ یعنی نصف ہی، پس ہر شئے جب انتصابی وضع مین رکھی جائیگی نصف رہ جائیگی،

آپ پلنگ پر لیٹتے ہین، آپ ۶ فٹ ہین، اب سیدھے کھڑے ہو جانے سے آپ ۳ ہی فٹ

رہ گئے، آپ اس پر یقین نہین کرتے، آئیے ہم ثابت کرین، ایک گز لیجئے، جب اس کو انتصابی وضع مین
رکھین گے تو نصف منقبض ہو کر نصف گز رہ جائیگا، اب اگر آپ اِس سے ناپین تو آپ کی پیمائش
نصف گز ہو گی، لیکن آپ کہین گے کہ جب مین گز کو گھماتا ہون تو اوس کے طول مین فرق نہین آتا، وجہ
یہ ہو کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ آپ کی آنکھ پر گز کا خیال ہے، آپ یہ تصور کرتے ہین کہ یہ خیال ہر دو
وضع مین ایک ہی جگہ لیتا ہی، لیکن آپ کی آنکھ کا شبکیہ[1] بغیر آپ کے علم کے انتصابی وضع مین منقبض ہو گیا تھا،
پس انتصابی طولون کا اندازہ آپ کی نگاہ مین پہلے سے دُگنا ہو گیا، جو آلہ بھی آپ استعمال کرین گے سب مین
یہ حال ہو گا، چونکہ ہر شئے اسی انداز پر بدل رہی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی چیز بھی نہین بدلتی،

یہ ممکن ہے کہ برقی اور مناظری طریقے ایجاد کیئے جائین، لیکن اِس صورت مین دلیل بہت پیچدار
ہو جائیگی، کیونکہ برقی قوتون اور نوری موجون پر اثیر کی ایک تیز رو کے اثر کا لحاظ کرنا پڑیگا، لیکن
ان سب کا ایک ہی انجام ہو گا، یعنی ان سے پتہ کچھ نہ چلیگا، اس کی ایک مثال لیجیئے، آنکھ کے شبکیہ کی تبدیلی
بچنے کے لیئے فرش پر چت لیٹ جاؤ، اور ایک مناسب وضع مین رکھے ہوئے آئینہ کی مدد سے کسی کو دیکھو
کہ وہ ایک سلاخ کو افقی حالت سے بدلکر انتصابی حالت مین کھڑا کر رہا ہے تم کو طول مین کوئی تبدیلی نظر
نہ آئیگی، اِس صورت مین شبکیہ کا کوئی تصور نہین ہے، لیکن آئینہ مین تم جو کچھ دیکھ رہے ہو کیا وہ اصل حقیقت ہے؟
ایک مستوی ساکن آئینہ مین تو رویت ٹھیک ہوتی ہو، نور کی شعاعین آئینہ پر جس زاویہ پر پڑتی ہین اسی
زاویہ پر واپس جاتی ہین، لیکن اگر آئینہ تیزی سے حرکت کرے تو یہ کلیہ بدل جائیگا، صحیح حسابات سے پتہ لگتا ہو کہ
متحرک آئینہ خیال مین پیچ و خم پیدا کر دیگا، جس سے طول کے تغیرات بالکل چھپ جائینگے،

ایک ریاضی دان کو اِن تمام تفصیلات کی ضرورت نہین، وہ جانتا ہے کہ توا نین فطرت ہمیشہ اپنے اندر
تلافیان پنہان رکھتے ہین، اِس لیئے ہر صورت مین تلافی ہونی چاہیئے، پس اگر ان اثرات کے دریافت کرنے کا

[1] آنکھ کا وہ حصہ جس پر عکس کا خیال مرتسم ہوتا ہی، انگریزی مین اوس کو Retina کہتے ہین.

اشارۃً بھی ذکر کیا جائے تو وہ اِس مغالطہ کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا جو یقیناً اِس مین موجود ہی، ممکن ہی
کہ اثیر مین ہماری حرکت اس قدر تیز نہ ہو جتنا کہ ہم نے فرض کیا ہے اور ممکن ہے کہ طولی تغیرات بہت ہی
کم ہون لیکن اصلی منشاء یہ ہی کہ یہ امور مشاہدہ مین نہین آتے، اس وجہ سے نہین کہ یہ بہت قلیل ہین (اگر وہ
فی الواقع قلیل ہون)، بلکہ اِس وجہ سے کہ محسوس ہونا ہی ان کی فطرت مین نہین.

حرکت کے اثرات طول پر دو طرفہ ہین جس کی توضیح کے لیئے فرض کرو کہ آلہ پرواز مین اسقدر
ترقی ہو جائے کہ انسان ۰۰۰،۱۶۱ میل فی ثانیہ کی رفتار سے حرکت کرنے لگے، ہم یہ فرض کرلین گے کہ وہ
کسی آرام دہ سواری مین ہی جس مین وہ اِدھر اُدھر حرکت کر سکتا ہی اور جملہ اُمور انجام دے سکتا ہی، نیز یہ کہ
اس کا طول پرواز کی سمت مین ہے کیونکہ وہ اوپر جا رہا ہے، اگر ہم چڑھتے وقت اس پر ایک اڑتی نظر بھی
ڈال سکین تو ہم کو تین فٹ کا ایک اِنسان نظر آئے گا جس کی چوڑائی اور موٹائی معمولی اِنسان جیسی ہو گی،
لطف یہ کہ اس کو مطلق خبر نہ ہو گی کہ اس کی ہیئت کذائی ایسی ہو گئی ہے، اگر اس وقت وہ کسی آئینہ مین اپنے
آپ کو دیکھے تو اس کو اپنی صورت حسب معمول نظر آئیگی، اِس کا سبب یہ ہے کہ شبکیہ مین انقباض پیدا ہو گیا ہی
یا سریع السیر آئینے نے اِس کو بگاڑ دیا ہی، لیکن جب وہ نیچے کی طرف ہمارے اوپر نظر ڈالتا ہی تو اس کو ایک عجیب الخلقت
انسانی نسل نظر آتی ہے، جن کو اِس کے خیال کے مطابق گویا کسی نے چپٹا کر دیا ہے،

ایک آدمی کو وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ ۰۱ انچ سے بھی کم نظر آتا ہے اگر دوسرا آدمی پہلے آدمی
کے ساتھ زاویہ قائمہ پر کھڑا ہے تو اس مین "طول اور عرض بغیر عمق" کے نظر آتا ہے جب وہ گھومتے ہین تو ان کی
ہیئت بدل جاتی ہے جیسے پرانے زمانے کے × محدب آئینون مین دیکھنے والون کی صورتین بگڑ جاتی ہین،
ان ہیئتون (Appearances) کی یہ دو طرفگی یعنی ہر ایک دوسرے کو منقبض
سمجھے، بہت مشکل سے ذہن نشین ہو سکتی ہے، یہ سمجھیئے یہ ایک اجتماع ضدین (Paradox) ہے
زمین باشندون کو بہت ہی پستہ قد سمجھتا ہے اور باشندے زید کو دیو سمجھتے ہین، یہ تو فطرتی بات ہے، اگر زید کو باشندے

پستہ قد نظر آئے تو بالشتیون نے بھی زید کو پستہ قد سمجھا، یہ خیال پُرانے زمانے مین ماننے کے قابل نہین تھا، اس کو موجودہ سائنس ہی نے جائز قرار دیا ہے، یہ دو طرفگی اصول اضافیت کا ایک لازمی نتیجہ ہے طیارچی کو ان اشیاء مین جو اس کی اضافت سے تیزی سے حرکت کر رہی ہین، ایک انقباض نظر آئیگا جیسے ہم کو ہماری اضافت سے متحرک اشیا منقبض نظر آتی ہین، اور جیسے ایک اتیر مین ساکن مشاہد اتیر کی اضافت سے حرکت کرنیوالی اشیاء مین ایک انقباض پاتا ہے،

اب تبلائیے کون سچا ہے؟ ہم یا کہ طیارچی؟ یا دونون مغالطے مین ہین؟ یہ معمولی معنون مین مغالطہ نہ ہوگا کیونکہ دونون مشاہدات کی تصدیق ہر طبیعیاتی آزمایش یا علمی حساب سے ہو سکیگی، کوئی شخص نہین جانتا کہ کون سچا ہے اور نہ کوئی کبھی جانے گا، کیونکہ ہم یہ نہین معلوم کر سکتے کہ اگر دونون مین سے کوئی ساکن ہے تو کون؟

نہ صرف حیز یعنی مکان بلکہ زمان مین بھی یہ تغیرات واقع ہوتے ہین، اگر ہم غور سے طیارچی کو دیکھین تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرینگے کہ اس کی حرکات بہت ہی سست ہین اور اس کے ساتھ متحرک سواری کے واردات مین اسی طرح کی دیر ہوگی، گویا کہ زمانہ اپنی رفتار بھول گیا، اگر وہ اور ہم دونون سگار پی رہے ہون تو اوس کا سگار ہمارے دو سگارون کے برابر جلے گا، یہان پر اخذ کا لفظ عمداً استعمال کیا گیا ہے، زمان مین اس سے بھی زیادہ تعویق نظر آئیگی، جس کی تاویل آسان ہو کیونکہ ہمارے اور طیارچی کا درمیانی فاصلہ نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور روشنی کے اثرات کو ہم تک پہنچنے مین زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے

لیکن یہان پھر دو طرفگی پیدا ہو جاتی ہے، طیارچی کی رائے مین ہم ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے روان ہین اور تمام باتون کا لحاظ کرکے وہ ہم کو سست تبلاتا ہے، ہمارا ایک سگار اوس کے دو سگارون کے برابر جلتا ہے، اچھا اب دیکھنا چاہیئے کہ ان ہر دو خیالات مین کیونکر تطبیق ہو سکتی ہے، فرض کرو کہ جب طیارچی ہمارے پاس سے گذرتا ہے تو ہم دونون ایک طرح کے سگار ایک ہی وقت مین جلاتے ہین،

۶۰ منٹ کے بعد ہمارا سگار ختم ہو جاتا ہے، اس واقعہ کی اطلاع نور کے ذریعہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے طیارچی تک پہنچیگی جو ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے متحرک ہے، اور جسکو ۳۰ منٹ کا وقفہ بھی مل چکا ہے اس تک پہنچنے کیلئے ۴۹ منٹ درکار ہونگے جس سے کل مدت سگار جلانے کے بعد ۲۴۲ منٹ ہوئی، اسکی گھڑی بھی دوسری چیزونکی طرح نصف رفتار پر چل رہی ہے، جس کی وجہ سے اطلاع پہنچنے تک ۱۱۲ منٹ صرف ہوئے طیارچی کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ سگار ختم ہونے کا یہ وقت صحیح نہین ہے، اس کو روشنی کے ذریعے اطلاع پہنچنے تک کی مدت کا لحاظ کرنا چاہیئے، اس کے سامنے اس مسئلہ کی صورت یون ہے کہ ایک طیارچی ایک مجہول مدت کے لئے ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے ہم سے دور جا رہا ہے تب وہ ایک اطلاعی اشارہ بھیجتا ہے، جو اسی رفتار سے واپس آتا ہے، کل مدت ۱۱۲ منٹ ہے، تو سوال یہ ہے کہ مجہول مدت کیا ہوگی؟ حساب کا جواب یہ ہے کہ وہ مدت ۶۰ منٹ کی ہوگی، پس وہ فیصلہ کرتا ہے کہ ہمارا سگار ۶۰ منٹ تک جلتا رہا یا اس کے سگار کی مدت سے دونی مدت تک، اس کا سگار گھڑی کی رو سے ۳۰ منٹ تک جلتا رہا، اور وہ ہماری رائے مین ہمارے سگار سے دونا جلا کیونکہ اس کی گھڑی نصف رفتار پر چل رہی تھی،

یہ تحلیل ہمارے نقطۂ نظر سے ہے نہ کہ طیارچی کے لحاظ سے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نتیجہ نکالنے مین غلطی پر تھا اور ہم صحیح نتیجے پر تھے، لیکن حقیقت کس کو معلوم،

اس تضاد کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہین کہ اتیر مین ہم ساکن ہین اور طیارچی یہ سمجھتا ہے کہ وہ ساکن ہے چنانچہ ہماری نظرون مین تو اشارہ روشنی اس تک ۱۸۶۰۰۰ میل اور ۱۶۱۰۰۰ میل کے فرق یعنی صرف ۲۵۰۰۰ میل کی رفتار سے جا رہا ہے لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ تقریباً ساکن ایتھر مین وہ نور کی طبعی رفتار سے متحرک ہے، یہ لحاظ رہے کہ ہر مشاہد کے پاس انہی دلائل کی صحت کے لئے کافی آلات موجود ہین۔ اگر ہم طیارچی سے یہ کہین کہ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے نور کی رفتار اس کے لئے صرف ۲۵۰۰۰ میل فی ثانیہ ہوگی، تو وہ جواب دے گا کہ "مین نے اپنی سواری کے دو مقامات مقررہ سے نور کے گذرنے کی

مدت دریافت کری ہے، جس سے مجھ کو نور کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ معلوم ہوئی، پس میرا وقت صحیح ہے"

اس کی گھڑیان اور پیمانے ہمارے نقطۂ نظر سے خلاف معمول کام دے رہے ہین ایس کوئی تعجب نہین کہ اس کے مطابق نور کی رفتار ہمارے نتیجے سے مختلف ہو، لیکن اس کو ہم یہ کسی طرح باور نہین کرا سکتے کہ ہمارا طریقہ قابل ترجیح ہے،

اگرچہ عملاً ایک فضول سا مسئلہ ہے، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جب طیارچی کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہوجائے تو اوس کے واردات کیا ہون گے، سمت پرواز مین طول اور بھی چھوٹے ہوجائینگے، یہان تک کہ جب نور کی رفتار حاصل ہوجائیگی تو وہ کچھ بھی نہ رہین گے، اس وقت طیارچی اور اوس کے ساتھ کی تمام اشیار کے لئے صرف دو ہی بعد رہ جائینگے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صرف دو ہی بُعدون مین اعمال حیات کیونکر انجام پا سکتے ہین، اس کے جواب کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ کوئی عمل وہان ہوتا ہی نہین زمانہ بالکل اپنی حرکت روک دیتا ہے، یہ ارضی مشاہد کا خیال ہے طیارچی خود کوئی غیر معمولی امر محسوس نہین کرتا، اس کو بھی پتہ نہین لگتا کہ اس کی حرکت بند ہوگئی ہے وہ تو صرف گویا اس لمحہ کا انتظار کر رہا ہے جبکہ وہ ایک دوسرا قدم اُٹھائیگا، زمانہ کی حرکت بند ہوجانے کے معنے صرف یہی ہین۔ کہ اس کو اس امر کا احساس نہین ہوتا کہ اس لمحہ کے آنے کے لئے کوئی طویل مدت بھی درکار ہے،

ثوابت وسیارون کے نہایت ہی دور و دراز فاصلون کا مفہوم قائم کرنے کے لئے یہ مثال اکثر قائم کی جاتی ہے کہ ایک سیاح کو جنہ مین نور کی رفتار سے روان مانا جائے، نوجوان سیاح تخت طلسمی پر بیٹھتا ہے اور پوری ایک صدی کے لئے سامان خورد و نوش رکھ لیتا ہے، اب وہ مثلاً "کلب[1] الجبار" تک پہونچتا ہے تو

[1] ایک ستارہ کا نام،

۱۰۰۰ برس کا ایک مرد ضعیف ہوجاتا ہے، لیکن یہ صحیح نہین، یہ درست ہے کہ ارضی حسابات کی رو سے تو وہ واقعی ۱۰۰۰ برس تک سفر کرتا رہیگا لیکن وہ سیاح جب اپنی منزل مقصود پر پہنچیگا تو اس کی وہی عمر ہوگی جو قبل از سفر تھی، یہان تک کہ اس کو کھانے کی خواہش بھی نہ پیدا ہوگی، جب تک کہ اس مین نور کی رفتار ہے اس کو حیات ابدی اور نشاط سرمدی حاصل ہے، اب کسی صورت سے اسکی سمت حرکت بدلجائے اور وہ زمین پر واپس آئے تو یقیناً وہ دیکھیگا کہ یہان صدیان گزر گئی ہین اگرچہ اس کیلئے تو ایک دن بھی نہین گذرا، اس نے تو محض لمحہ بھر سفر کیا،

چونکہ سیاح کی اضافت سے ہماری زمین کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہے، اس لئے اس بنا پر یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ارضی مشاہد ہمیشہ جوان رہیگا اور سیاح بوڑھا ہوتا جائیگا، ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ دونون مل سکین تو ہر دو اشکال مین سے کبھی ایک کی تصدیق یا تردید ہوسکتی ہے، لیکن ایک دوسرے سے ملنے کیلئے لازمی ہے کہ ایک کی رفتار کی سمت کسی مافوق الفطرت طریقہ پر یا نہایت ہی زبردست جاذبیت کے تحت بدلی جائے تاکہ دو طرفگی قائم نہ رہے، پس اوپر جو ہم نے دلیل قائم کی وہ صحیح ہے،

ہم نے ان دوراز کار باتون مین جو اتنا وقت صرف کیا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ ان خیالات کو ہم عام فہم صورت مین پیش کر سکین، ورنہ لازم آئیگا کہ اس فن کی جو مخصوص اصطلاحات ہین ان کو استعمال کیا جائے بسا اوقات اضافیاتی کی نسبت لوگ یہ قیاس قائم کرتے ہین کہ اس کو اجتماع ضدین کا خاص شوق ہے لیکن یہ خیال ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، تضاد اسی وقت لازم آتا ہے جبکہ تجرباتی انکشافات کو طبعیات قدیمہ کا جامہ پہنایا جاتا ہے، ایسے ہی موقع پر اضافیاتی انگشت نمائی کرتا ہے، خود اس کی کوششون کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک طبعیات کا ایک ترمیم شدہ نظام قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے جب وہ قائم ہوجائیگا تو تمام واقعات اپنی اپنی جگہ بغیر کسی تضاد کے بیٹھ جائینگے،

مختصراً یہ کہ جب کسی سیارے کی رفتار اثیر مین بہت عظیم ہو تو نہایت غیر معمولی تغیرات اشیاء کے

طول مین پیدا ہوتے رہتے ہین اور جملہ فطری اعمال مین ایک طرح کی سستی پیدا ہو جاتی ہی گویا کہ زمانہ ساکن ہونیوالا ہی یہ امور سیارے پر رہنے والے کسی مشاہد کو معلوم نہ ہونگے لیکن اگر کوئی خارجی مشاہد ہو جسکی رفتار اس سیارے کی اضافت سے بڑی ہو تو وہ ان اثرات کو محسوس کر سکیگا - اور پھر کامل دو طرفگی پیدا ہو جائیگی یعنی ہر مشاہد سمجھیگا کہ دوسرے سیارے پر اس قسم کے تغیرات عمل مین آرہے ہین لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہین جس سے ہم ایک کو سچا قرار دین اور دوسرے کو غلط،

غالباً جو شخص بھی ان نتائج پر غور کریگا وہ یہی خیال کریگا کہ یہ انوکھا پن اور یہ الجھن ہمارے ہی نقطۂ نظر مین کسی نقص یا سقم کا نتیجہ ہی ایک سیارے پر تغیرات ہوتے رہتے ہین اور فطری قوانین کے بموجب تلافی مافات ہوتی رہتی ہی اس طرح پر کہ سیارے پر رہنے والا شخص ان کو محسوس نہین کر سکتا تو کیا ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان مظاہر کے پردے مین کوئی حقیقت ہی جو ان تغیرات کا باعث ہی؟ یا کیا یہ ممکن نہین ہے کہ یہ پیچیدگی ہماری ہی پیدا کردہ ہو، کیونکہ ہمارے طرز بیان مین وہ خوبی نہین ہی جس سے ہم واقعات کی ایک سادی اور فطری تصویر کھینچ سکین -

خلاصہ اس بحث کا یہ ہی کہ اب تک انسان یہ سمجھتا تھا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس کے راستے مین خارجی اشیار حائل ہین لیکن اس کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس مستوری کا باعث خود اس کی ذات ہی یہان تک کہ اگر وہ خودی کا پردہ اٹھا سکے تو حقیقت عریان ہو جائے، گویا موجودہ سائنس کے اس نظریہ نے ہم کو یہ بتلایا کہ حقیقت ہمارے ہی اندر پوشیدہ ہی اور ہم کو ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئین کہ جن سے ہم اس تک پہنچ سکین، اس مقصد کے حصول کیلئے اب تک جتنے وسائل بھی اختیار کئے گئے ان مین یہ خامی تھی کہ وہ واقعات زیر بحث کا پورا پورا نقشہ نہین کھینچ سکتے تھے نظریہ اضافیت اسی خامی کو دور کرنے کے لئے معرض وجود مین آیا ہی اب زمانہ خود بتلادیگا کہ آیا یہ خامی دور ہوئی یا نہین یا "ہنوز روز اول است" کا مضمون ہے،

(باقی آیندہ)

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی کی ابلہ فریبیان

از مولوی رہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

خود ترغیبی مین جذبات کا حصہ

گذشتہ صحبت مین ہم عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح کر چکے ہین، اور یہ ثابت کر چکے ہین کہ ہر عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین، یعنی جذبہ، ذہن (استدلال) اور تخیل اس باب مین یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی کہ ترغیبات ذاتی مین ان تینون کا کیا حصہ ہوتا ہی اور تالیف قلب "خود فریبی" تشفی ضمیر وغیرہ مین ان سے کیا کام لیا جاتا ہی سب سے پہلے ہم جذبات سے بحث کرتے ہین،

جذبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہی کہ وہ ہر صورت اپنی تشفی چاہتے ہین، اس مقصد کے لئے وہ ہمارے نفس پر اتنے حاوی ہو جاتے ہین کہ اس مین ان کے خلاف استدلال پیش کرنے کی تاب نہین رہتی، اور نہ یہ اختیار ہی باقی رہتا ہی کہ جذبات کے تائیدی خیالات وافکار کو اپنے سامنے سے ہٹا کر مخالف خیالات سامنے لائے۔ جذبہ کی اس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ بسا اوقات ایک ہی شخص کی ترغیب دو متضاد جذبات کے زیر اثر ہوتی ہی، لیکن وہ اس تضاد کو نہین دیکھ سکتا، بالفاظ دیگر یون کہو کہ محال اجتماع ضدین جو منطق ومعقولات کا ایک اہم اصول ہی، جذبات ووجدانات کیلئے کوئی اہمیت نہین رکھتا یہ دونون اس اہم منطقی اصول کی پابندی سے بالکل مستغنی رہتے ہین، اس کی تشریح آگے آتی ہی،

اگر تم اپنے گرد وپیش نظر ڈالو، اور لوگون کے جذبات کا بنظر غائر مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو فنون لطیفہ کی ایک خاص حس رکھتے ہین یعنی بعض اوقات ایسے ارذل اور ادنی درجہ کے

جذبات کے زیر اثر ہوتے ہین جو بالخاصہ حس لطف سے متضاد ہین، تاریخ شاہد ہو کہ عیسائی اقوام سے، جو کل بنی نوع انسان کی محبت کی دعویدار ہین بدترین مظالم سرزد ہوئے ہین، انقلاب فرانس کے وقت جو قتل عام ماہ ستمبر مین ہوا، اور جس سے تاریخ یورپ کے صفحات آج تک خونین ہین، اس مین انقلاب پسندون کے جذبات دو متضاد صورتون مین ظاہر ہوئے تھے افاضل مصنف تمدن عرب موسیولی بان اپنی کتاب "نفسیات جماعات" مین اوسکا یون بیان کرتے ہین:-

"ایک طرف جذبۂ انتقام اس قدر مشتعل تھا کہ محبوسین بلا تفریق عمر و حیثیت تہ تیغ کئے جارہے تھے، تو دوسری طرف جذبۂ ہمدردی بھی کچھ کم نمایان نہ تھا، فوجی عدالتین قائم کی جارہی تھین، مقدمات کی سماعت ہوتی تھی، اور اگر کوئی شخص بری الذمہ قرار دیا جاتا، تو مجمع مین عجیب منظر ہوتا تھا، ہر شخص اس سے بغلگیر ہوتا تھا، تالیان بجا کر اظہار مسرت کیا جاتا تھا، اور فرط انبساط سے بے خود ہو کر مجمع مبارکباد کے نعرے لگاتا تھا۔"

اس مثال مین تم دیکھتے ہو کہ ہمدردی اور انتقام کے، جذبات جو بالاصل ایک دوسرے سے متضاد ہین، ایک ہی وقت مین حادی ہو سکتے ہین، اسی طرح سے انکسار اور عجب کے جذبات بھی ایک ہی وقت مین لوگون کے دلون مین موجزن ہوتے ہین، لیکن وہ ان کے فرق کو نہین سمجھ سکتے، اس کی مثال عیسائی راہبون، اور ہمارے ہندوستانی سنیاسیون مین اکثر ملتی ہی، ایک طرف تو یہ افراد سخت سے سخت ریاضت جسمانی کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہی کہ انکسار مجسم ہین، لیکن دوسری طرف انکے قلوب کو ٹٹولو تو اس مین ایک خاص افتخار کا جذبہ پایا جاتا ہی، اپنی قوت باطنی اور تقدس کے متعلق غیاللات پائے جاتے ہین، اور تمام افراد انسانی اور اپنی ذات کے درمیان کسی خاص فرق کے وجود کا احساس ہوتا ہی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کا متبائن جذبات کے زیر اثر ہونا، لیکن اس تبائن کو نہ دیکھنا، کم و بیش فطری ہی "خلوت" اور "جلوت" کا فرق صرف طبقہ "زہاد" سے مخصوص نہین ہی، بلکہ عام طور پر

حیات انسانی مین بھی یہی دیکھنے مین آتا ہی، طبقہ اوسط سے قطع نظر، خود طبقہ اعلیٰ کے نیک اور نامور افراد مین بھی متضاد جذبات کے یہی کرشمے نظر آتے ہین، یہ اور بات ہو کہ سوانح نگار کا حسن ظن یا جذبۂ حرص و آز، تصویر کے تاریک رخ کو عمداً یا سہواً نظر انداز کر دے، لیکن پھر بھی بعض منصفانہ تصانیف و سوانح ایسے ہوتے ہین کہ جن مین مصنف کا فطری تجسس کبھی کبھی پردہ اٹھا کر ہمارے سامنے واقعات کو اصلی رنگ مین پیش کر دیتا ہی اور ہم دیکھتے ہین کہ اکثر نامی گرامی لوگون کے قلوب کس قدر مختلف جذبات کے آماجگاہ رہ چکے ہین، یاد رہے کہ اس انکشاف حقیقت سے مشاہیر عالم کی شہرت پر داغ نہین آسکتا متضاد جذبات کے زیر اثر رہکر افعال کرنا، اور ان مین کوئی تضاد محسوس نہ کرنا، کسی فرد کیلئے باعث شرم نہین ہو سکتا، یہ نفس انسانی کی جبلی بیچارگی ہی، اس سے کوئی بری نہین،

حضرت انسان کی ان دورخی ترغیبات کی مثالین دیکھنے کیلئے قدیم صحائف اور سوانح کی ورق گردانی کی ضرورت نہین، خود حال کے واقعات اس کے شاہد ہین، جن لوگون نے قیصر جرمنی کی زمانہ جنگ سے قبل کی تقریرین پڑھی ہین اور پھر ان کے افعال کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہین کہ ان کے اقوال اور افعال کس قدر مختلف جذبات کے زیر اثر سرزد ہوتے تھے، کہین ایثار و ہمدردی کا دعویٰ تھا، تو کہین جبر و استبدادیت پر فخر کا اظہار، ایک موقع پر خود کو نعوذ باللہ خدا کا قائم مقام کہتے ہین، تو دوسرے موقع پر اسی خدائے بزرگ و برتر کے روبرو ہر فعل کی جواب دہی اپنے اوپر فرض خیال کرتے ہین، یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ قیصر کا مقصد اس سے دھوکہ دینا تھا اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی، یہ تو محض ایک مثال تھی ورنہ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہو کہ بہت کم انسان ایسے ہین جنکے نفوس ان مختلف الماہیت کیفیات کے مورد نہ رہ چکے ہین،

ہم ابھی کہہ آئے ہین کہ اگر کوئی شخص متضاد جذبات سے مغلوب ہو کر متضاد افعال کرے تو اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ بالارادہ دھوکہ دینا چاہتا ہے، خود فریبی بے شک ہوتی ہی، لیکن یہ

فریب دہی کو مستلزم نہین ہی ایسی صورتون مین نفس کی حالت نیم شعوری ہوتی ہی، اس باب کے شروع مین ہم بتا چکے ہین کہ جذبات کا خاصہ یہ ہی کہ وہ محض اپنی تشفی چاہتے ہین، اور ان خیالات کو جو کسی طرح اس تشفی مین مانع ہون، سرے سے نفس کے سامنے آنے ہی نہین دیتے بس جب نفس پر جذبات کا اس قدر زبردست تسلط ہو تو کسی شخص کا قبیح افعال کے ارتکاب کے باوجود اپنے آپ کو نیک تصور کرنا مقام تعجب نہین ہو سکتا، اگر ایسا نہوتا، تو کوئی شخص بھی مغلوب الجذبات ہو کر ایسے افعال نہ کرتا جن کا مذموم ہونا فعاً استدلال سے ثابت ہو جاتا ہی، اور کم از کم "خودکشی" اور "قتل عمد" تو انسانی جرائم کی فہرست سے بالکل ہی خارج ہو جاتے،

متلون المزاجی یہ حقیقت کہ بعض اوقات ہم پر ایسے جذبات حادی ہوتے ہین جن سے ہم ناواقف ہوتے ہین، یا جن کی قوت کا اندازہ ہم صحیح طور پر نہین کر سکتے، ایک دوسری حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہی یعنی اتنا سمجھ لینے کے بعد متلون المزاجی کی توجیہ بہت آسانی سے کیجا سکتی ہے، ہماری ترغیبات کی کایا پلٹ کیون ہوتی ہی؟ محض اس وجہ سے کہ ہم کسی خاص جذبہ سے متاثر ہو کر کوئی نیت کرتے ہین یا کوئی کام ہم سے سرزد ہوتا ہی، لیکن دوسرے موقع پر کسی دوسرے جذبہ کے زیر اثر ہم اپنی نیت بدل ڈالتے ہین یا سابقہ طریق عمل کے خلاف جاتے ہین، جب ایک مسرف شخص لوگون کے کہنے سننے سے اسراف سے دست بردار ہوتا ہی، اور چند روز تک کفایت سے کام لیتا ہی، تو اس کا یہ فعل غالباً شرم و ندامت یا پھر محبت خاندانی کی وجہ سے ہوتا ہی، لیکن دوسرے وقت جب یہی شخص اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرتا ہی اور ایک بیش قیمت لباس فدیہ کرتا ہی، تو اس صورت مین اسکا فعل جذبۂ عیش پسندی، یا تفوق کی وجہ سے سرزد ہوتا ہی، یہ تلون کی صریح مثال ہی، اور تم دیکھتے ہو کہ تلون کا باعث صرف مختلف جذبات کا تسلط ہی، تائب ہونا، اور توبہ کا توڑنا، دونون صورتین ایک ہی ہونے سے ظاہر ہوتی ہین،

اور وہ "ہیولیٰ" کیا ہی؟ یہی مختلف جذبات کی ہنگامہ آرائی،

نیت اور اعمال کے اس فوری انقلاب کو اکثر ناول نویس و ڈراما نویس دلچسپ، پلاٹ کی

شکل مین ظاہر کرتے ہین، کبھی ناول کا ہیرو (لبلل) ان باپ کے تشدد سے عاجز ہو کر ترک وطن کرنیکا ارادہ کرتا ہوا نظر آتا ہی، ضروری سامان فرار بھی مہیا کر لیا جاتا ہی لیکن عین وقت پر جب گھر کے باہر نکل کر وہ در و دیوار پر ایک الوداعی نگاہ ڈالتا ہی، تو یہ سب منصوبے ٹوٹ جاتے ہین، اور وہ اپنا عزم فسخ کر دیتا ہی، ڈراموں مین بھی اکثر یہی کیفیت نظر آتی ہی، ہمارے سامنے قاتل اپنے جذبات تنفر، حقارت، اور انتقام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہی، اور خنجر بکف دشمن کی خوابگاہ مین داخل ہوتا ہی تاکہ اس کا کام تمام کر دے جب پردہ اٹھتا ہی تو ہم اُسے خوابگاہ مین موجود پاتے ہین، دشمن سو رہا ہی، اور پوری طرح اس شخص کے قابو مین ہی لیکن عین موقع پر کسی دوسرے جذبہ سے متاثر ہو کر یہی "قاتل" اپنا خنجر پھینکدیتا ہی، اور دشمن کے قدمون پر گر کر اس کے احسانات کا اعادہ کرتا ہی، اپنی شرمندگی کا اظہار کرتا ہی اور خود کو سچا اور جان نثار خادم ثابت کرتا ہی، ناولون اور ڈراما سے تمثیلات تلاش کرنے کی ضرورت نہین، اگر تم اپنے قلوب کو ٹٹولو تو یہی حالت نظر آئیگی، اکثر اوقات رات کے سناٹے مین تم کیا کیا منصوبے نہین باندھتے ہو کن کن باتون سے توبہ نہین کرتے کن کن کامون کا عزم بالجزم نہین کرتے، ایسا کرتے وقت تمہاری نیت صادق اور تمہارا ارادہ پختہ ہوتا ہی، لیکن روز روشن مین جب واقعات کا سامنا ہوتا ہی، تو یہ سب منصوبے خواب فردا کی طرح تشریف لیجاتے ہین،

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت   رسم کہنے بود، بعہد تو در افتاد

جب لوگ اس طرح کسی صریح ترغیب کے خلاف عمل کرین، تو تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے جذبات کو تحریک دینے والی قوت کوئی بہت زبردست قوت ہی جس سے وہ خود واقف نہین ہین، یہ تمام فعل تقریباً نفس کی لاعلمی، یا پھر یون کہو کہ نیم شعوری حالت مین ہوتا ہی، یہ نیم شعوری تحریکات افعال انسانی پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہین، انہی کی وساطت سے انسان وحشیانہ اور ممنوع افعال کرتا ہی، اور پھر ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہی، تم کو یہ سنکر شاید تعجب ہو کہ بغض و حسد کے جذبات سے

متاثر ہو کر اکثر ماںین اپنی بیٹیوں کے ساتھ ظلم و تشدد سے پیش آتی ہیں، لیکن چونکہ یہ اندرونی، نیم شعوری جذبات ان کے ادراک ذہنی سے بہت دور ہوتے ہیں، اس لئے وہ اپنی زیادتی و ظلم کی توجیہ یون کرتی ہین کہ ایسا کرنا آگے چل کر "انھی کے کام آئیگا"،

خود ترغیبی میں استدلال کا حصہ، حیلہ و مکائد نفس

ہم دیکھ چکے ہین کہ اکثر اوقات ہمارے قلوب پر غیر مشخص اور ناقابل تشخیص جذبات کا غلبہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ ہمارے طرز عمل کی محرک اکثر اوقات دو متضاد قوتین ہوتی ہین لیکن چونکہ یہ قوتین شعوری نہین ہوتین، اس لئے ہم ان کا تضاد نہین دیکھ سکتے، اور نادیدہ و نادانستہ انھین کے حسب حال فعل کرنے لگتے ہین، ممکن ہے کہ تمہارے دل مین یہ شک پیدا ہو کہ جب ہمارے اکثر افعال، بالخصوص قابل اعتراض افعال نفس کی لاعلمی مین ہوتے ہین، تو پھر انسان پر اس کے افعال کی مسئولیت عائد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ غالباً یہی خیالات تھے جو خیام کے دل مین پیدا ہوئے اور اس رباعی کی شکل مین ظاہر ہوئے،

عشق ارچہ بلاست۔ آن بلا حکم خداست — بر حکم خدا ملامت خلق چرا است

چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست — پس روز پسین حساب بر بندہ چرا است

اس مین شک نہین کہ اگر نفس انسانی کی حالت واقعی اس بیچارگی اور بے بسی کی ہوتی جیسا کہ اکثر لوگ فرض کرتے ہین، تو یقیناً زمانہ مین خیر و شر کا موجودہ معیار نہ قائم رہتا اور اخلاقیات، کا منشا ہی سرے سے فوت ہو جاتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس کی حالت قطعاً لاعلمی کی نہین ہے، خود ترغیبی کی جو مثال ہم نے سطور بالا مین دین وہ "خود فریبی" کے ذیل مین بخوبی آتی ہین، لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی نادانستہ خود فریبی شاذ ہے، اکثر صورتون مین جب ہم اپنے آپ کو حالت نیم شعوری مین کسی فعل کے کرنے پر مائل پاتے ہین، تو ہمارا نفس اس سے تھوڑا بہت واقف ضرور ہوتا ہے، باوجود فطرت انسانی کی خامی، اور نفس کی جبلی بیچارگی ہم اس کو کامل طور پر دھوکہ کبھی نہین دے سکتے، اور نہ ہمیشہ اس کی آنکھون پر پٹی باندھ

سکتے ہین، اگر تم اپنے آپ کو نیک خیال کرتے ہو، اور پھر بھی کوئی برا فعل کرو تو (خواہ اس فعل کا محرک کیسا ہی قوی سے قوی جذبہ کیون نہو) تمھارے قلب مین آغاز فعل سے قبل، دوران فعل مین، اور اختتام فعل پر ایک قسم کی "خلش" ضرور ہوتی ہے، "نفس لوامہ کی یہ چٹکیان محسوس تو ضرور ہوتی ہین، لیکن ان کا علاج، اور اس باطنی "ناصح" کا منھ بند کرنے کی تدبیرین بھی فوراً سوچ لی جاتی ہین، اور یہین سے "خود ترغیبی" یا "خود فریبی" مین استدلال کا حصہ شروع ہوتا ہے، مکائد نفس کے آغاز کی حد یہی ہے،

دیکھو جب کبھی ایسا موقع پیش آتا ہے تو تم اپنے شکوک کو رفع کرنے اور عقائد اور اعمال مین جو تخالف پایا جاتا ہے اوس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اپنے دل مین بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو، صاف لفظون مین یون کہو کہ بہر نوع اور بہر نہج اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دکھاتے ہو خواہ یہ تصفیہ تمھارے ضمیر کے خلاف ہی کیون نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ ضرور ہو گا اس لئے کہ فیصلہ کا عمل یکطرفہ ہے اور بجائے منصفانہ استدلال کے، ایک معینہ نتیجہ نکالا جا رہا ہے اس کی مثال بھی ہم کو اپنے قلوب سے مل سکتی ہے، جب ہم خود غرضانہ جذبات سے اندھے ہو کر کسی فعل کی نیت کرتے ہین، اور اس کی مخالفت ہمارا ضمیر کرتا ہے، تو اس وقت ضمیر کو کن کن طریقون سے مطمئن نہین کیا جاتا! کیا کیا جھوٹی منطقین پیش نہین کیجاتین، "واقعی وہ اسی کا مستحق تھا" "اگر اس کو نقصان ہوا تو میرا کیا قصور" "اگر اس نے دیدہ و دانستہ میرا کہنا مان لیا تو میری کیا خطا" یہ اور اسی قسم کے دوسرے جملے استعمال کر کے ہم اپنے "باغی" ضمیر کو اطمینان دلاتے ہین اور بالآخر فرض کر لیتے ہین کہ اب اس کی تشفی ہو گئی،

جتنا زیادہ کسی شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اُسے کسی منافی ضمیر فعل کے کرتے وقت سمجھانا پڑتا ہے، یہ سمجھانا "استدلال" کی وساطت سے ہوتا ہے، ایک عام ترین طریقہ ایسے موقعون پر اپنے نفس کو سمجھانیکا یہ ہوتا ہے کہ "مقصد یا نتیجہ" کی بھلائی کو "وسائل کی خرابی" کے لئے بطور سند جواز کے پیش کیا جاتا ہے، اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی اور اسی موقع پر یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی

کہ لوگون کا یہ خیال "کہ نتیجہ خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل و افعال بد بھی جائز ہین" کسی حد تک درست ہو دوسرا
طریقہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کا یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دوسرون کی نظیرین پیش کیجاتی ہین، غرضکہ دو مکائد
نفس، مین عجیب و غریب دلائل کا استعمال کیا جاتا ہے جو بسا اوقات متزلزل بنیاد پر قائم ہوتے ہین، اور اس
طرح اپنی نظرون مین اپنی وقعت کو برقرار رکھا جاتا ہے، ایک کہنہ مشق جعلساز کا ضمیر دھوکہ دیتے دیتے کند
ہوجاتا ہے، اور اسے سمجھانا آسان ہوتا ہے، ایک ہمیشہ کے متدین شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے، اور اس کو بددیانتی
کی طرف راغب کرنے کیلئے طرح طرح کی جھوٹی ترغیبات سے کام لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اول الذکر نڈر
ہوکر بددیانتی کرتا ہے، اور موخرالذکر "بیچلی" بددیانتی کے وقت بہت کچھ پس و پیش کرتا ہے، جب ہم ان تمام
باطل ترغیبات پر نظر ڈالتے ہین جو ضمیر کی تشفی اور اپنے افعال بد کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے انسان
اپنے نفس کو دیتا ہے تو ہم اس خیال سے باز نہین رہ سکتے کہ قدرت نے نیک کرداری کا نقش قلوب انسانی
پر کتنا گہرا بیٹھایا ہے، کہ اس کو مٹانے کے لئے ہزار ترکیبین کرنا پڑتی ہین، ہزارہا جھوٹی دلیلین پیش کیجاتی ہین،
تب کہین جاکر ہم اپنے ضمیر کو افعال بد کی طرف راغب کر سکتے ہین جرمنون نے دوران جنگ مین اپنے
افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے جو بے شمار ترغیبات اپنے قلوب کو دین، اور جو متعدد طریقے اختیار
کئے اس سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کا ضمیر نہایت پختہ ہے کہ جس کو تشفی دینے کیلئے اس
قدر طول عمل کی ضرورت لاحق ہوئی اگر جرمن قوم فطرةً دغاباز ہوتی، تو کم از کم اپنی نظرون مین اپنے
افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اوسے اس قدر اجتہاد کی ضرورت نہوتی،

افعال بد کے ارتکاب کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرنا، اپنے
ضمیر کو ترغیب دینا کہ کوئی فعل ہم نے قابل اعتراض نہین کیا ہے، زندگی مین جدہر دیکھو یہی نظر آتا ہے، حکمائے
سو، اور علمائے حیل اپنے مطلب کے لئے کلام الہی کی بھی غلط تاویلین کرنے لگتے ہین سوداگر اپنی گران
فروشیون کے متعلق ضمیر کے اعتراض کو یہ کہکر رد کرتے ہین کہ "ہم کو بھی تو مالک دکان، کارخانہ دار،

جنگی والے لوٹتے ہین، پھر ہم خریدارون سے زیادہ قیمت کیون نہ وصول کرین"، بدچلین اشخاص اپنے ضمیر کی
تشفی بدین الفاظ کرتے ہین کہ "دنیا مین بہت سے آدمی ہم سے بھی خراب حالت مین موجود ہین" قزاق اپنے
مال غنیمت کی حلت کا فتوی یون دیتا ہے کہ "یہ مال ان سے لیا گیا ہے جن کو یہ خفیف نقصان گران نہین گذر سکتا"

مکائد نفس مین زیادہ تر اس عقیدہ سے مدد لیجاتی ہے کہ "انجام خیر کے حصول کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین"

اور گذشتہ سطور مین اشارةً یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ اکثر باطل ترغیبات اور افعال بد کے
جواز مین اس خیال کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ "انجام خیر کے حاصل کرنے
کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین"، مکائد نفس کی جتنی مثالین ہماری نظر
کے سامنے آتی ہین، ان مین غالب حصہ اسی خیال کے معتقدین کا ہوتا ہے جو بقول شاعر،

"انجام مین ہو اگر "بھلائی"
ہو پہلے "بدی" تو کیا برائی؛

پر ایمان لائے ہوئے ہین، اس عقیدہ کی صحت کو جانچنا ہمارا مقصد ہوگا، غور کرو اور بتاؤ کہ کیا
اکثر ایسا نہین ہوتا کہ لوگ دنیا کو دکھانے کیلئے ایک کار خیر کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہین، اور اس پردہ
مین دل کھولکر برائیان کرتے ہین، اور اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب یہ دیتے ہین "کہ جس کو تم افعال بد
کہ رہے ہو، وہ ایک اعلی نصب العین تک ہماری رہبری کرتے ہین، اور چونکہ نصب العین اعلی ہے لہذا
یہ وسائل کیونکر برے ہو سکتے ہین"، انفرادی حیثیت سے قطع نظر، ہمارے ہندوستان کی قومی زندگی
مین اس قسم کی مثالین کثرت سے ملتی ہین کیا کچھ برس قبل "اوور ڈے" (our day) کے
موقع پر ہندوستانی طلبا اور "طالبات" کو یہ کہکر ناٹک کرنے کی ترغیب نہین دی گئی کہ "اس ذریعہ سے
جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مجروحین جنگ کی امداد مین صرف ہوگا، اور چونکہ یہ مصرف نہایت اچھا ہے
اس لئے وسائل حصول زر سے بحث نہ کرنا چاہئے"؟ کیا وطن کے شیدائیون نے یہ کہکر ہندوستانی
خواتین کو "ترک پردہ" کیلئے آمادہ نہین کیا کہ "یہ تمہاری آئندہ ترقی، اور روشن خیالی کا ایک زینہ ہے"
اور چونکہ "انجام" نیک ہے، لہذا یہ "ذریعہ" بھی مستحسن ہے"؟ کیا تمدن جدید کے ہوا خواہون نے "ترک روش قدیم

کے جواز کا فتوی یہ کہکر نہین دیا کہ "یہ ارتقائے قومی کا ایک زبردست آلہ ہے" ہم یہ نہین کہتے کہ نفس کو دھوکہ دینے کا طریقہ صرف ہندوستان تک محدود ہے خود یورپ کی اقوام متمدنہ بھی زمانہ جنگ مین دشمن کی لہلہاتی ہوئی کھیتیون کو تاراج کرتی ہین، ان کی عورتون کے ناموس پر حملہ کرتی ہین، اور تشفی ضمیر کیلئے اس ناپاک خیال سے مدد لیتی ہین کہ "دشمن کو ہر طرح ذلیل کرنا شیوۂ حب الوطنی ہے لہذا یہ افعال بھی قابل اعتراض نہین" کسی انگریز نے دوران جنگ مین جرمنون کی منطق ان الفاظ مین بیان کی ہے کہنے کو تو "جرمنون کی منطق" ہے، لیکن

خوشتر آن باشد کہ سرے دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

کا اطلاق اس مقولہ پر کماحقہ ہوسکتا ہے، بہرحال وہ منطق یہ ہے:

"تم کو ہر وقت اپنے وطن کی فکر رکھنا چاہئے، اصل سعادت یہی ہے، قتل کرو، چوری کرو، جاسوسی کرو، غرضکہ جو کچھ جی مین آئے کرو، اگر وطن کی خاطر ہے، تو ہرگز قابل اعتراض نہین ہوسکتا، انجام کی بھلائی پر نظر رکھو، وسائل کے شر و خیر سے بحث نہ کرو"

(باقی آیندہ)

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہے خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہے، قیمت ۸ "منیجر"

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان کی تعلیمی ترقی

مسٹر جے مارٹن نے ایک مضمون رائل سوسائٹی آف آرٹس کے لئے لکھکر بھیجا تھا اس مین ہندوستان کی تعلیمی ترقی کے متعلق بحث کی گئی تھی،

ہندوستان کی مردم شماری کے اعداد مین جن اعداد کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا جاتا ہے ان مین ایک ترقی تعلیم کا عدد بھی ہے صوبون کی حکومتون نے اس طرف خاص توجہ کی ہے اور جب موقع ملا ہے ادھر اپنا التفات بڑھایا ہے، ابتدائے صدی مین فی میل ۱۲۹ تعلیم یافتہ تھے ۱۹۱۱ء مین ۱۴۰ ہوئے اور اب ان کی تعداد ۱۶۱ ہے، عورتون کی تعلیم مین بھی ترقی ہے چنانچہ ۹ سے ۱۱۳ اور ۱۳ سے ۲۳ ہوگئی ہے، برطانوی ہند مین ۱۹۱۱-۱۰ء مین تمام طلبہ کی تعداد ۶۳۵۸۰۰۰ تھی لیکن اب ۸۳۷۰۰۰ ہے؛ ۱۹۱۹-۱۸ء کے عام وبائی مرض انفلوئنزا کی وجہ سے جس مین تقریباً ۱۲۵۰۰۰۰۰ آدمی ضائع ہوئے اور نوجوانون کی بڑی تعداد تھی اس ترقی مین بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے، مختلف صوبون مین ان کے حالات کے مطابق ترقی کم و زیادہ ہوئی ہے برما جہان تقریباً بکثرت مدارس ہین، اس حیثیت سے اول ہے، یہان تقریباً ۵۰ فیصدی مرد تعلیم یافتہ ہین، بنگال و مدراس مین ۱/۴ ہے اور بمبئی مین اس سے بھی کم:

بڑودہ کی لازمی تعلیم نے جو ۳۰ برس سے وہان جاری ہے، کچھ زیادہ نمایان کامیابی حاصل نہین کی ہے؛ ۱۹۰۱ء مین بڑودہ مین فی میل مین ۱۶۲ مرد اور ۸ عورتین تعلیم یافتہ تھین اور گجرات کے برطانوی اضلاع مین ۲۰۶ مرد اور ۱۶ عورتین اب بڑودہ مین ۲۱۰ مرد اور ۴۰ عورتین اور برطانوی گجرات مین ۲۲۲ مرد اور ۴۲ عورتین ہین:

سب سے زیادہ تشفی بخش حالت تعلیم نسوان کی ہے جس مین ۱۳ سے ۲۲ کا اضافہ ہوا ہے، لیکن پس ماندہ صوبے
ابھی تک بہت پیچھے ہین، چنانچہ صوبہ متوسطہ، بہار و اڑیسہ، راجپوتانہ ایجنسی، کشمیر، حیدرآباد اور شمالی ہندوستان
مین جہان مسلمان زیادہ تر آباد ہین یہ تعداد بہت کم ہے، اس حیثیت سے بڑودہ نے خاصی کامیابی حاصل
کی ہے، پہلے ہر ۱۰۰۰ عورتون مین ۲۰۵ تعلیم یافتہ تھین لیکن اب ۴۰۲ ہین، اس سلسلہ مین میسور اور کوچین
کی ریاستون نے بھی ترقی کی ہے،

قومی حیثیت سے نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس سالون مین عیسائی عورتون نے ۴۴ سے
۱۰۴ تک ہندو عورتون نے ۵ سے ۷ تک اور مسلمان نے ۴ سے ۹ تک ترقی کی ہے،

کیا تعلیم نسوان کے مسلمان حامی اس طرف توجہ کرینگے؟

بالشوزم اور اسلام

حال ہی مین فرانس کی تبلیغی جماعت نے جو مراکش مین کام کر رہی ہے، اس نام سے دو جلدون
مین ایک کتاب شائع کی ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ترکون کو اشتراکیت کا حامی بنا کر ان کی
خونخواری وظلم کے غلط افسانہائے ماضی کی اشاعت کیجائے، تاہم اس سلسلہ مین بہت سی باتین ضمنی طور
پر آگئی ہین، جو بزم معارف مین یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائینگی اور ان سے اشتراکی تبلیغ کی سرگرمیون کا بہت
کچھ حال معلوم ہوگا،

"بالشوکون نے جس منتظم و مستقل طریقہ سے تبلیغ کے کامون کو مشرق کے ایک بڑے حصہ مین
انجام دیا ہے، ان کو دیکھکر کوئی شخص داد دئے بغیر نہین رہ سکتا، دو سال قبل انھون نے مبلغین کے لئے
ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، یہ جامعہ مشہور روسی اشتراکی براؤن کے ماتحت ہے، گذشتہ سال اس مین
۰۰۰ لڑکے تھے، یہ طلبہ ۵۰ مختلف قومون کے، ۵۰ مختلف زبان والے لوگ ہین، ان کی محدود قومیت کو
مٹانے کے لئے ۱۵ یا ۲۰ قومون کے لڑکون کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے، ۴ یا پانچ سال کی تعلیم کے عرصہ

مین ان کو عملی تعلیم کے لئے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہے، جامعہ نے مختلف زبانون مین کتب و رسائل
شائع کئے ہین جو طلبہ اور عام پروپگنڈا کے کام مین آتے ہین، جامعہ کی شاخین تاشقند، باکو اور اوکشک
(سائبریا) مین قائم ہین ان مین تاشقند کی شاخ سب سے زیادہ کامیاب ہے، جہان اس وقت ۳۰۰ لڑکے ہین
عورتون کے لئے بھی خاص انتظام ہے، اور اس مین ۵۰ عورتین تعلیم پاتی ہین، اس کے علاوہ فوج کیلئے
ہر جگہ مدارس ہین،

اس کے ساتھ ہی مستشرقین روس کی علمی انجمن ہے، یہ اشتراکیین کا مرکز ہے، اور اس کا اخبار نوی دوسٹک
(مشرق جدید) نہ صرف ایشیا بلکہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کی تمام نوآبادیات اور مظلوم اقوام کی حمایت کرتا ہے
تاشقند مین ایک مجلس منتظم کی گئی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ایشیا وسطی، خیوا، بخارا، ایران، افغانستان
اور ہندوستان کے حالات کا مطالعہ کرے،

السنۂ مشرقیہ کا لزراف انسٹیٹیوٹ، اب مطالعہ مذاہب کے مباحث کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے،
ماسکو کے مدرسۂ حربی مین، ترکی، فارسی و ہندوستانی کی تعلیم کے لئے ایک شاخ قائم کیگئی ہے، اس سلسلہ
مین تقریباً ہر دیہات و شہر مین مدرسہ قائم کئے جا رہے ہین،

روس مین اخبارات نہایت کثرت سے شائع ہوتے ہین اور ان مین باہمی کچھ بھی اختلاف ہو لیکن
مغربی تمدن کے خلاف سب متحد اللسان ہین،"

ہم اب تک جانتے تھے کہ صرف ماسکو ہی مین بالشوک حکومت ہے، لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے
کہ مندرجہ ذیل ریاستون مین بھی اسی کے اصول پر حکومت ہوتی ہے، جمہوریۂ تاتار، جمہوریہ کریمیا جسکا دارالسلطنت
سمفروپول ہے، جمہوریہ داغستان، جمہوریہ شمالی کوہ قاف، جمہوریہ آذربائجان، جمہوریہ بشکر، جمہوریہ قرغیز
جمہوریہ اشکباد، جمہوریۂ خوارزم، جمہوریۂ بخارا، اور جمہوریہ ترکستان"

اخبار علمیہ

ماہرین نجوم ستارون کی پیمائش مین مشغول ہین، حال مین تین ستارون کی پیمائش کی گئی ہے، ان مین سے ایک ۳۰۰۰۰۰۰ میل ہی دوسرا ۲۰۰۰۰۰۰ میل اور تیسرا ۳۰۰۰۰۰ میل،

امریکہ مین ایک انجمن جراثیم کی تحقیقات کے لئے قائم کی گئی ہی، اس انجمن نے تقریباً ہر قسم کے جراثیم جمع کرلئے ہین جن کی تعداد ۷۵۰ ہی اور تمام ممالک کے طلبہ وہان جاکر تجربہ کرتے ہین،

اسی سلسلہ مین یہ بھی معلوم ہوا کہ انفلوئنزا کے جراثیم بھی دریافت ہوگئے ہین اور یہ مہلک مرض اب شاید اس قدر خوفناک اثر نہ پیدا کرسکے،

مختلف رنگون سے مختلف عوارض کے علاج کے تجربے کئے گئے تو ان مین بہت کامیابی ہوئی، ایک سپاہی جو شیل سے زخمی ہونے کی وجہ سے دماغی امراض کا شکار ہوگیا تھا ایک زرد رنگ کے کمرے مین رکھا گیا اور چند دنون بعد اسے کامل صحت ہوگئی،

انگلستان کے ۵۴۲۲ مشاہیر مین، ۱۲۰۰ پادریون کے لڑکے ہین، اسی طرح امریکہ کے ۱۲۰۰۰ ممتاز لوگون مین ۱۰۰۰ کو مبلغین کی اولاد ہونیکا شرف حاصل ہی،

جنگ کے لئے پشمینہ اس قدر کثرت سے استعمال ہونے لگا ہی کہ بہت سے جانورون کے

معدوم ہوجانیکا خطرہ پیدا ہوگیا ہی، چنانچہ گذشتہ تین سالون مین، ۱۰۷۶۸۹۹۲ جانورون کی کھال صرف امریکہ مین بکی ہین،

الکزنڈر ابرہیم بیل نے اپنی زندگی کا آخری حصہ بندرون کو گفتگو کی تعلیم دینے مین صرف کیا اور اس مین بہت کچھ کامیابی حاصل کی، اس کا خیال تھا کہ بندر اب ہمارے بہترین خادم ہوسکتے ہین،

افریقہ کے سرکاری کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہان قلت آب کی یہی حالت رہی تو اس براعظم کا ایک بڑا حصہ انسانی آبادی کے ناقابل ہوجائیگا،

فرانسیسی محکمہ تحقیقات جرائم نے انگوٹھون کے نشانات کو صحیح تر و جلد تر دریافت کرنے کے لئے ایک نیا آلہ ایجاد کیا ہی، اس کا نام ایپی ڈکٹیلسکوپ ہی،

حال کے تین غبارون کے اڑانے مین جو ہیلیم گیس استعمال کی گئی ہی، وہ ۴۵ برس پہلے آفتاب مین دریافت ہوچکی تھی،

مسٹر جی، ایچ، جے، کنگڈن نے دوران تقریر مین بیان کیا کہ صابون کی تاریخ ۲۵۰۰ برس سے شروع ہوتی ہی، اور یہی وجہ ہی کہ صابون سازون نے تمام دنیا کو اس کے ضروریات کے لئے چھان مارا ہی اور اب مجبور ہوکر مضر چیزین ملا رہے ہین،

انگلستان مین، آلو چھیلنے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہی جس مین بہت جلد آلو کے چھلکے الگ ہو جاتے ہین

فرانس مین اسباب تعمیرات کی گرانی سے تنگ آکر لوگون نے گھاس کے مکانات بنانے شروع کئے ہین، پہلے ان کو چٹائی کی طرح بنایا جاتا ہی، پھران پر پلاسٹر کرکے سفیدی کی جاتی ہی اور وہ کوٹھی کی طرح نظر آتے ہین،

فرانسیسی اطبا، آجکل دق کے لئے علاج شمسی پر زیادہ زور دے رہے ہین، ڈاکٹر ارمنڈ ڈلیسلی کا بیان ہی کہ جنوبی فرانس کے مختلف شفاخانون مین اس علاج سے بہت سے مریض شفایاب ہوئی ہین

۱۹۱۶ء سے ایک نئی بیماری یعنی مرض خواب کی شکایت سنی جارہی ہی، اس سنہ مین یہ مرض اسٹریا مین نمودار ہوا ۱۹۱۸ء کے بہار مین، انگلستان و فرانس پہونچا، سنہ ۱۹۱۹ء مین اطالیہ و امریکہ مین نمودار ہوا، اور اب تمام دنیا مین پھیلا ہوا ہی،

فرانس کے ایک نوجوان ماہر کیمیا نے ایک دھات بنائی ہی، جو اپنی خصوصیات اجزا کے لحاظ سے سونا معلوم ہوتی ہی،

موجودہ علم جراحت کے معجزہ کی خبر دانمارک سے آئی ہی، یہان ایک ماہر حیوانات نے ایک کیڑے کا سر کاٹ کر اسی جنس کے دوسرے کیڑے کے سر پر لگا دیا، اور دونون کیڑے زندہ ہین،

ایک مشہور فرانسیسی ماہر حیوانیات، کا بیان ہی کہ گذشتہ مہیب جنگ مین مدافعت وحفاظت کی جتنی صورتین پیدا کی گئین تھین وہ کسی نہ کسی جانور مین موجود ہین، چنانچہ ایک قسم کی مچھلی کے منھ سے دھوان نکلتا ہے اور وہ اس کے پردہ مین دشمنون سے چھپ جاتی ہے،

ڈاکٹر کرکپٹ نے دعوی کیا ہی کہ انھون نے حال مین جانور کا خون آدمی کے بدن مین پہونچا کر بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہی حالانکہ عام خیال یہ تھا کہ دونون کے خونون مین بہت فرق ہی اور جانور کا خون انسانی خون کے جراثیم کو برباد کر دیتا ہی،

ارنج فری اسٹیٹ کے جنگلون مین ایک قسم کا جنگلی سیب پیدا ہوتا ہی، اب اس کے عرق سے پٹرول کے قسم کا تیل نکالا جانیوالا ہی، یہ تیل بہت سستا ملیگا،

حال مین فاسل پتھرون مین ایک دیوزاد جانور کی صورت کا پتہ چلا ہی جو دو پیرون پر چلتا تھا اور اس قدر خوفناک تھا کہ انسانی آبادی کا اس سے بچنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہی، یہ فاسل پٹیگونیہ مین نکلا اور اساتذہ طبقات الارض کا خیال ہی کہ ۵۰۰۰۰۰ سال کا ہی،

جرمن ڈاکٹر فریسی نے ۱۳۲، مختلف امراض کے بیمارون پر الکحل کی قوت ہاضمہ کے متعلق تجربہ کیا اوس کا خیال ہی کہ الکحل اس حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوئی ہی،

دنیا کا سب سے تیز رو دریا ستلج ہی، جو ابتدا ءً سمندر سے ۱۵۲۰۰ فٹ بلند ہی لیکن ۱۸۰ میل کی

مسافت مین ۱۲۰۰۰ فٹ نیچا ہوگیا ہے؛

امریکہ کے قدیم باشندون کے متعلق جتنی چیزین امریکن انڈین عجائب خانہ مین ہین، شاید کہین نہین ہین ان کی مجموعی تعداد ۱۸۰۰۰۰ تک پہونچ چکی ہے؛

اب تک ہم جس شخص کے متعلق سنتے کہ وہ دل کی بیماری مین مبتلا ہے، اس کی حیات سے تقریبا مایوس ہو جاتے، لیکن اب ڈاکٹر جے۔ ایچ۔ ہونان نے دعوئی کیا ہے کہ وہ دل کی ہر قسم کی بیماری کو اچھا کرسکتے ہین؛

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ انسان اور پھیپھڑے سے سانس لینے والے جانورون کا اولین مسکن براعظم ایشیا رہا تھا؛

مسٹر سی۔ این۔ پیکاک نے انجمن متعلق حفاظت اسنہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر ہم اسی طرح اپنے دانتون سے بےخبر رہے تو ڈیڑھ سو برس بعد ایک آدمی کے منہ مین بھی دانت نہ رہینگے

جانورون مین سب سے زیادہ عمر کچھوے کی ہوتی ہے، مارسیلز کے عجائب خانہ حیوانات مین ایک کچھوا ہے جو نپولین کے زمانہ قید مین جزیرہ ہلینا سے لایا گیا تھا، ایک اور کچھوا بھی موجود ہے جس کی عمر کا اندازہ ۱۵۰ سال کیا جاتا ہے؛

مسز جین سٹر انگلستان کی معمر ترین خاتون ہے اس نے حال ہی مین اپنی ۱۱۰ وین سالگرہ منائی ہے؛

انگلستان نے گذشتہ تین سالون مین مندرجہ ذیل پونڈون کا سونا اپنے افریقی مقبوضات کی کانون سے حاصل کیا ہے،

سنہ ۱۹۲۰ء	۳۸۶۶۲۹۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۶۵۷۷۷۷۲	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۳۲۴۶۳۴۶۱	"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ انگلستان نے ان تین سالون مین مندرجہ ذیل قیمتون کا سونا امریکہ روانہ کیا ہے،

سنہ ۱۹۲۰ء	۵۲۸۳۳۴۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۵۴۵۶۳۴۰	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۲۶۶ ۳۲۶۴۵	"

انگلستان کے ذمہ امریکہ کا جو قرض ہے اوسکی تعداد مع سود ۹........ پونڈ ہے اور یہ قرض ۶۲ سال کی مدت مین اس طرح ادا ہوگا کہ ۱۰ سال تک ۳۱۵..... پونڈ دئے جائینگے اور بعد ۵۲ سالون تک ۳۶..... پونڈ،

ڈیلی میل لندن، کی تعداد اشاعت دنیا کے تمام اخبارات سے زائد ہے گذشتہ سال کے اعداد ہمارے بیان کی تصدیق کرینگے،

جنوری سنہ ۲۲ء	۱۵۲۲۷۰۹
فروری ″	۱۶۲۰۲۷۷
مارچ ″	۱۶۶۹۴۱۴
اپریل ″	۱۷۰۲۶۹۴
مئی ″	۱۷۵۵۴۹۸
جون ″	۱۸۱۷۹۴۷
جولائی ″	۱۸۶۷۷۹۷
اگست ″	۱۹۱۰۱۱۷
ستمبر ″	۱۹۰۷۳۳۵
اکتوبر ″	۱۹۰۷۹۵۵
نومبر ″	۱۸۶۹۲۵۰
دسمبر ″	۱۸۳۶۵۶۸

اس مین وہ پرچے شامل نہین ہین جو مفت دئے گئے یا بچ رہے، کیا کبھی ہمارے اردو صحائف کی مجموعی تعداد اتنی پہونچیگی،

گذشتہ سال امریکہ مین آتشزدگی سے جو نقصانات ہوئے اون کی تعداد ۱۰،۷۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس مین سے ۵۷۰۰۰۰ پونڈ کے نقصانات صرف سگریٹ کے بے پرواہی سے پھینک دینے کی ہوئے،

میڈم کولنتائی دنیا کی پہلی خاتون ہے جو روس کی طرف سے ناروے کی سفیر مقرر ہو کر گئی ہے،

لندن مین سنہ ۱۹۲۱ء مین ۷،۸۵۵ آتشزدگیان ہوئین، ۳۰ جانین ضایع گئین اور ۱۳۲۸۶۷ پونڈ کا نقصان ہوا، سنہ ۲۲ء مین ۷۰۳، آتشزدگیان ہوئین ۸۹ آدمی مرے اور ۶۷،۸۸۰ پونڈ کا نقصان ہوا،

میڈم ہرسین باشندۂ ارگنٹائن، دنیا کی سب سے زیادہ تیراک خاتون ہے، وہ مسلسل ۲۱ گھنٹہ تک پانی مین رہی ؛

اندنون اگرچہ ریڈیم کی قیمت یک بیک ۱۶۰۰۰ پونڈ فی گرین سے ۹۰۰۰ پونڈ ہو گئی ہے، پھر بھی ایک اونس کی قیمت ۵۲۰۰۰۰۰ پونڈ ہے،

گذشتہ مردم شماری مین خاص لندن شہر کی آبادی ۴۴۸۴۵۱۶ تھی اور یہ تعداد نواح شہر کو ملا کر ۷۴۸۰۲۰۱ تک پہونچ جاتی ہے، اس کے مقابلہ مین دنیا کے دوسرے شہرون کی آبادی یہ ہے،

نیویارک	۵۶۲۰۰۴۸
برلن	۳۸۰۱۲۳۵
پیرس	۲۹۰۶۴۷۲
چیکاگو	۲۷۰۱۷۰۵
ٹوکیو	۲۱۷۳۱۶۲

گذشتہ جنوری مین لندن مین ۹۷۰۸ غیر ممالک کے آدمی آئے اور ۱۵۱۲۱ گئے،

ادبیات

فکرِ سلیم

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی، ہماری زبان کے ان استادان فن سے ہین، جنکی کوشش وہمت سے اردو زبان، سادہ انشا پردازی کی زبان بنی ہے، سرسید مرحوم کے ادبی پرتو فیض سے انھون نے بہرہ مندی حاصل کی تہذیب الاخلاق اور حسن کے بعد اردو کا تیسرا قابل ذکر اردو رسالہ معارف علی گڈہ انھین کی کوششون کا ثمرہ تھا اور اس کے بعد علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور مسلم گزٹ کی ادارت یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ آئی اور اب وہ جامعۂ عثمانیہ مین اردو کے پروفیسر ہین۔

جب مرحوم بچہ کے والدین کو اس کے ہمنام بچون سے محبت ہونا فطرت ہی، تو ہم کو مدت سے شکایت تھی کہ معارف علی گڈہ کا اڈیٹر، معارف اعظم گڈہ کو کیون بھولا ہے؟ بارے سالہا سال کے بعد آج یہ شکایت رفع ہوتی ہے،

مدت ہوئی ہے مدحِ حسینان کئے ہوئے — نورِ سخن سے دل کو چراغان کئے ہوئے

عرصہ ہوا ہی دصفِ بہارِ جمال سے — روئے ورق کو رشکِ گلستان کئے ہوئے

برسون ہوئے ہین تذکرۂ سوزِ عشق سے — بزمِ سخنوری کو درخشان کئے ہوئے

آتا ہی کس شکوہ سے وہ رشکِ آفتاب — ظلمتکدے دلون کے چراغان کئے ہوئے

جاتا ہون کوئے یار ہی (دیکھو اوگھٹا مجھے) — برپا ہجومِ اشک سے طوفان کئے ہوئے

بیٹھا تھا رات مین بھی کسی جلوہ گاہ مین — ہر دیدۂ مسام کو حیران کئے ہوئے

کرتا تھا رات وہ مرے دل کا مطالعہ — شیرازۂ وفا کو پریشان کئے ہوئے

بیٹھے ہین ہم تصوّرِ گیسوئے یار مین — اس زندگی کو خواب پریشان کئے ہوئے

خون کرکے پیچلا ہون دل و جان کو اپنے ساتھ — دیدارِ روئے یار کا سامان کئے ہوئے

اشکون کو میرے چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ — پنہان یہ آستین مین ہین طوفان کئے ہوئے

مرتے ہین اس ادا پہ کہ کچھ لوگ جل بجھے — سینے مین سوزِ عشق کو پنہان کئے ہوئے

کرو زیارت ان کی کہ یہ زاہدانِ خشک — آبادیان ہین حسن کی ویران کئے ہوئے

سُن نغمہ گوشِ ہوش سے، گزرے جو بادِ صبح — تارِ شعاعِ مہر کو لرزان کئے ہوئے

کس حسنِ دلفریب کا ہی یہ نشہ کہ ہے، — عالم کی ذرہ ذرہ کو رقصان کئے ہوئے

ہے کون شہسوار کہ چوگانِ نور سے — لاتا ہی کوئے مہر کو غلطان کئے ہوئے

بجلی کی طرح وہ مرے دل سے گذر گیا — اپنے سمندِ ناز کو جولان کئے ہوئے

سچ مانیے کہ یہ سر و سامان کا ہی خیال — یارون کو ہی جو بے سر و سامان کئے ہوئے

کیا لوگ ہین جو ہین درِ دلدار پر پڑے — حرمان کو اپنے درد کا درمان کئے ہوئے

کیا لوگ ہین وہ جن کی جبین پر شکن نہین — اور دل مین حسرتون کو ہین مہمان کئے ہوئے

تلوارین کھا کے ہنستے ہین وہ حق پرست جو — ہین دل کو مستِ جلوۂ ایمان کئے ہوئے

وہ نو بہارِ حسن ابھی اس راہ سے گیا — ہر نقشِ پا کو روضۂ رضوان کئے ہوئے

اعجازِ عشق کا ہی کہ ہی اس جہان مین وہ — لبِ تشنگی کو چشمۂ حیوان کئے ہوئے

دے سر جھکا سلیم کہ وہ نو بہارِ حسن — آتا ہی تیغِ ناز کو عریان کئے ہوئے

عائشہ صدیقہ رضؓ

خدا کے محبوب کی حبیبہ ترا ہے پیارا لقب حمیرا
وہ حسن صورت وہ نور معنی جہان مین تجھ سا ہوگا پیدا

گواہ عصمت ہی رب اکبر یہ سورۂ نور سے ہوا ظہر
کیا ہی تطہیر نے مطہر خطاب "طیبات" پایا،

مثال آئینہ صاف سینہ علوم دین کا تھا اک خزینہ
رموز و اسرار کی امینہ، بڑا ہی لاریب تیرا رتبہ

یہ رنگ لائی تری محبت نبیؐ کی ہو گی جلیس جنت
ہی مغفرت کی تجھے بشارت ہی تو نی رزق کریم پایا

وہ جہاد کی خطا کا قصہ جمل کا ناگفتہ بہ قضیہ
جو چشم باطن سی ہم نے دیکھا پسند تجھے کمال کا تھا

نہ لوم لائم کا کچھ خطر تھا نہ سر مین سودئے مال و زر تھا
یہ حب مولا کا سب اثر تھا، کہ تھی نہ دنیا کی تجھکو پروا

ترا نفقہ ترا تجرد ہی جس کا مشکل بہت تصور
حسود کو اس کا ہی تحسر، عنود کو رنج روح فرسا

نہ تھی جو اولاد تیرے کوئی کہ جس سے ہوتی تھی سرخروئی
تو حق نے دلجوئی تیری یون کی لقب دیا ام مومنین کا

خموش نواب کہ کیونکر ہو وصف محبوبۂ پیمبر
خدا اور اس کا رسولؐ بہتر ہی جانتا اور مدح کرتا

([illegible])

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئنگی۔ قیمت عہ

"منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

سرگذشت الفاظ[1]

از

مولوی ابو الجلال ندوی

ابن جنی نے عربی زبان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہی، جس کا نام خصائص ہی، ابن جنی کا زبان کے متعلق یہ خیال تھا کہ الفاظ اپنے معانی پر ایک خاص مناسبت سے دلالت کیا کرتے ہین، معانی اپنی داغی شکل مین صرف ان کیفیات کا مجموعہ ہین جو کسی شے سے عالم منتزع ہو کر دماغ مین جمع ہین، الفاظ کے حروف کو ان کیفیات کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہی، ابن جنی کا یہ بھی خیال ہی کہ دنیا بھر کے الفاظ کی اصلین سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین، خصائص الفاظ اور معانی کی مناسبت پر اوس نے ایک خاص باب باندھا ہے جس مین اس امر کا دعوی کیا ہی کہ اس فن کی ابتدا خلیل و سیبویہ نے کی اور جماعت نے قبول کیا، خصائص مین ابن جنی نے ثابت کیا ہی، کہ الفاظ کے اصلی حروف کی ترتیب الٹ دو، تب بھی کچھ کچھ نوق کے ساتھ معانی مین یگانگت رہے گی، لفظ کے حروف کو مشابہ حروف سے بدل دو معنے مین یگانگت باقی رہے گی، حروف کی خاصیتین، ان معنوی فروق کی وجہ ہوا کرتی ہین،

ابن جنی کی یہ کتاب اب ہمارے کتبخانون مین موجود ہی، آج سے چند سال پہلے صرف اس کے قلمی نسخے پائے جاتے تھے مگر نواب عماد الملک بہادر کی عنایت سے یہ چھپکر شائع ہو چکی ہے،

عربی مین فن اشتقاق کے موجد درحقیقت معتزلہ ہین، حدوث و قدم قرآنی کے متعلق گفتگو نے طول کھینچا تو زبان کا مسئلہ آگیا، زبان کے متعلق، معتزلہ کا خیال ہی کہ الفاظ کو آدمیون نے باہم ملکر

---

[1] مصنفہ جناب احمد دین صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل لاہور قیمت عمر

اور اصطلاح کے طور پر وضع کیا، اس پر سخت اعتراضات وارد ہوئے، اہم ترین اعتراض یہ تھا کہ آخر پہلے واضع نے لفظ اور معنے کے تعلق کو کیونکر بنایا، لفظ اور معنے کا تعلق اسقدر گہرا ہے کہ عام حالتون مین ایک انسان کے ذہن مین جب تک لفظ کا تصور نہ ہو معنے کا تصور ہوتا ہی نہین، اِس بنا پر عباد بن سلیمان نے رائے قایم کی کہ "لفظ اور معنے مین طبعی مناسبت ہوتی ہی اور وہی مناسبت باہمی وضع کا باعث ہی،

اِس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیئے طرفداران عباد نے عربی زبان کو بنیاد قرار دیکر الفاظ اور معانی کی مناسبتون پر غور کرنا شروع کیا تو اونھون نے یہانتک ترقی کر لی تھی کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مین تمام الفاظ کی وجہ مناسبت بتا سکتا ہون، چنانچہ ایک عجمی لفظ اذغاغ کے معنے پوچھے گئے (علامہ سیوطی زمانے مین یہ لفظ پتھر کا مرادف ہی) معتزلی عالم نے جواب دیا کہ مین اِس لفظ مین انتہائی یبوست جانتا ہون، اسکا مفہوم میرے خیال مین پتھر ہے،

ابتداءً فن کے مباحث صرف کی کتابون مین لکھے جاتے تھے، امام رازی فرماتے ہین کہ اشتقاق کی تین قسمین ہین" اشتقاق صغیر یعنے صرف (۲) اشتقاق کبیر جس مین الفاظ کے ترتیبی انقلابات سے بحث ہوتی ہی (۳) اشتقاق اکبر جس مین لفظ کے حروف اور اون کی نوعیتون کے اعتبار سے یگانگت معنوی ظاہر کی جائے،

علم اللسان کو اہل مغرب کی ایجاد بتایا جاتا ہو مگر عربی ادب ولغت کے ماہرین بدلائل بتا سکتے ہین کہ علم اللسان کا بنیادی پتھر اسی اشتقاق کبیر اور اشتقاق اکبر کو سمجھنا چاہیئے، جس کا نام اہل فارس کی زبان مین علم اصول اللغہ ہے،

اُردو زبان کا خزانہ اِس قسم کے جواہرات سے خالی ہے، حالانکہ یہ فن ہمارے آباؤ اجداد کا دماغی ترکہ ہے، جسے ہمارے قبضہ مین ہونا چاہیئے، اُردو دان جماعت کو اِس فن سے پہلے شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے سخندان فارس لکھکر واقف کیا،

حال مین مذکورہ بالا عنوان سے اسی فن پر ایک کتاب شایع ہوئی ہے، مصنف کتاب نے خود تسلیم کیا ہو کہ انکا ماخذ زیادہ تر پادری ٹرینچ کی مطالعہ الفاظ ہی" اصول اسی کتاب سے اخذ کیئے ہین، مثالون کے لیے لاطینی، فرانسیسی انگریزی الفاظ کے بجائے اردو فارسی، عربی الفاظ لئے ہین، لیکن کہین کہین آزاد مرحوم کی تحریر و ن سے بھی استفادہ کیا ہے،

کتاب، حصون پر منقسم ہے، پہلی فصل مین الفاظ کی پیدایش کے طریقون سے بحث کی گئی ہی، دوسری فصل مین یہ ثابت کیا گیا ہو کہ الفاظ انسان کی نازک خیالیون کا خزانہ ہین" اِس مفہوم کو مصنف نے اِن الفاظ مین ادا کیا ہی، زبان متحجر نازک خیالی ہی، تیسری فصل مین زبان متحجر اخلاق اور چوتھی فصل مین الفاظ کو متحجر تاریخ قرار دیا ہے، پانچوین فصل مین جدید الفاظ کی پیدایش کے طریقے بیان کئے، چھٹی فصل مین مترادف الفاظ کی بحث، ساتوین مین عام اصولی باتین ہین،

مصنف نے شروع صفحہ مین لکھا ہی "بلکہ ہمین یہ بتانا ہی کہ صرف الفاظ مین بلالحاظ کسی فقرہ بندی یا عبارت کے اخلاقی اور تحریری حقائق، اِنسانی جذبات اور ولولون کے بیشمار ذخیرے پڑے ہین"، صفحہ، مین فرماتے ہین" الفاظ بجائے خود ایک کتاب کا مضمون لئے ہوتے ہین"

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جناب مصنف صرف اِن الفاظ سے بحث کرنا چاہتے ہین جو منفرد ہین" لیکن دوسری فصل مین اپنے دعاوی کے اثبات کے لیئے جو الفاظ پیش کیئے ہین وہ سب منفرد نہین ہین، اکثر و بیشتر مرکب الفاظ ہین، جن کا ہر جز اپنے معنے پر الگ الگ دلالت کرتا ہی، مثلاً۔ منموہن، گلعذار، گل اندام، مہ لقا، تاج خروس، بستان افروز، چھوئی موئی"

لیکن اس فصل کے علاوہ دوسری فصلون مین منفرد الفاظ سے بحث کی گئی ہے، یون تو کتاب اردو سے دلچسپی رکھنے والون کے لیئے سرتاپا مفید ہے بلکہ ۳، ۴، ۵، فصلین خاص دلچسپی رکھتی ہین، تیسری فصل مین مصنف نے ثابت کیا ہی کہ الفاظ مین علاوہ ان معانی کے جنکو ہم روزمرہ کی بول چال مین مراد لیتے ہین، ہمارے اخلاقی عروج و زوال کی تفسیرین بھی مضمر ہین، شاطر، عیار، غلام، لونڈی، چھوکرا، چھوکری،

عداوت وغیرہ الفاظ اچھے معانی سے بُرے معانی کے لیے مخصوص ہوگئے، اس سے مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بولنے والے کے اخلاقی انحطاط کے ساتھ ان الفاظ کے معانی مین بھی ذلت پیدا ہوجاتی ہو، دیانت، شرارت، سلامت روی کے الفاظ علاوہ معانی معہودہ کے کچھ اخلاقی حقائق ظاہر کرتے ہین، شیخ، سادہ، منطقی، حجت کو اب جن معانی مین استعمال کیا جاتا ہو، ان سے ہمارا اخلاقی زوال ظاہر ہوتا ہے، عیش، طیش، ہمت، انسانیت کے الفاظ مین ان کے معانی کی حقیقت مضمر ہے،

غرض دعاوی کی صحت اور طریقۂ بیان کی دلچسپی کے لحاظ سے پوری کتاب قابل تعریف ہو، آزاد سیدھی سے سیدھی بات کو استعارات کے رنگ مین شوخ بنا دیتے ہین، مصنف نے اس طرز ادا کو اڑانے کی کوشش کی ہو، اور کامیاب کوشش کی ہے مثلاً لکھنا یہ ہے کہ "امرتسر" دو لفظون سے بنا ہے، امرت، اور سَر، اس مفہوم کو وہ اس طرح ادا فرماتے ہین،

"امرتسر مین دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب (سر) اپنے امرت (آب حیات) سے تاریخ مین شہر امرتسر کے بقائے دوام کا کفیل ہے"،

مہر النسا کی ترکیب اس طرح ظاہر کی ہے،

اور عورتون مین مہر النسا کی نور افشانی کی طرف ہم نے کبھی رخ نہ کیا،

انسان کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت ان الفاظ مین دیا ہے،

"غلام ابتدا مین لڑکا تھا، ایسا ہی آزاد جیسا کہ ہم اور تم لیکن انقلاب زمانہ نے آزادی چھین کر اسے ذلیل وخوار کر دیا ہے"،

ساری کتاب اسی قسم کے دلچسپ انداز مین لکھی گئی ہے، لیکن آزاد کی صحیح تقلید نہ ہوسکی، مثلاً امرتسر کی تشریح مین دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب "کی بھاری ترکیب اس نازک طریقۂ ادا سے میل نہین کھاتی،

مجموعی حیثیت سے مصنف کی تلاش ومحنت قابل داد ہو، اردو جیسی زبان کے معروف الفاظ کو لیکر علم اللسان کے دقیق مسائل کو پر لطف بنا کر پیش کرنا بہت قابل تعریف ہو، لیکن ہمکو چند باتون مین مصنف کے ساتھ اتفاق نہین خسیس (بخیل) کی تشریح مین آپ فرماتے ہین،

اور اس طرح روپیہ جمع کرنے والے کو بتایا کہ اوس کی ہستی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہین رکھتی"،

گویا خسیس فارسی لفظ خس (گھر) سے بنا ہے، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی زبان کا ہے، جسے ایرین زبانون سے تعلق نہین، مادہ خسّ ہی، خس کا ترجمہ ہو دکمی کرون، یہ لفظ ہمارے اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ بخل مین برکت نہین،، فرماتے ہین "پیالہ کو عربی مین کاس کہتے ہین یہ وہی کاسہ فارسی ہے" یہ عبارت بول رہی ہے کہ کاس فارسی لفظ کاسہ سے ماخوذ ہو، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی ہے، عربی علم الاشتقاق نے طے کر دیا ہے کہ ک س کے الفاظ یکسان معانی ظاہر کرتے ہین، چنانچہ کاس ـ پیالہ ـ یا آبخورہ کو کہتے ہین ـ بشرطیکہ اوس مین پانی یا شراب ہو "کاص ـ بہت کھانا ـ بہت پینا ـ کاش (کھانا کھانا)

غلام کا لفظ اپنے معروف معنے مین اخلاقی تنزل کا ثبوت نہین ہو بلکہ ہماری بلند خیالی کا ثبوت ہو، غلام کا اصلی مفہوم بالغ ہے، پھر کثرت استعمال نے اس لفظ کو لڑکے کے لیے مخصوص کر دیا، اہل عرب غلام کو غلام نہین کہتے تھے بلکہ عبد کہتے تھے، اسلام نے اس انسانی توہین کو گوارا نہ کیا، آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ اپنے خادمون کو عبد نہ کہو غلام (بیٹا) کہا کرو، تو اس لفظ کی ابتدا ریپار کے جذبہ اور بنی نوع کی مساوات کے خیال پر مبنی ہو،

آپ نے فرمایا کہ "جب عبارت مین پانی کی سی روانی ہو اسے تسلسل عبارت کہتے ہین" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ تسلسل مین پانی کی روانی پاتے ہین. یہ خیال درست نہین، البتہ "عبارت" کے لفظ مین روانی موجود ہو، کیونکہ حرف حلقی اور ب م کا مجموعہ بشرطیکہ اسمین کوئی حرف شدید نہو، محبت یا پانی پر دلالت کرتا ہے (ع. ب. د) کا مجموعہ ہمیشہ حرکت اور پانی جیسی حرکت پر دلالت کرتا ہے، تسلسل کو شاید آپ نے دائم (مسلسل)

سے ماخوذ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ سلسلہ بمعنے زنجیر سے مشتق ہے، تسلسل کا لفظ روانی عبارت ظاہر نہین کرتا، بلکہ ایک بات سے دوسری بات کا تعلق بتاتا ہی،

آپ نے دعوی کیا ہی کہ منفرد الفاظ مین تاریخی واقعات کا ذخیرہ ہوتا ہے، اس کے ثبوت مین، مدینہ مہاجرین، انصار، ہجرت کے الفاظ پیش کیئے ہین، حالانکہ یہ الفاظ دعوی کی دلیل نہین، اِن الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنا تاریخ جاننے پر مبنی ہی، یہان ایسے الفاظ کی ضرورت تھی جن کا اشتقاق تاریخ ظاہر کرتا، مثلاً اسی لفظ مدینہ کو لو، اس سے تاریخ تمدن ظاہر ہوتی ہے، جتنے الفاظ کا پہلا حرف م دوسرا حرف (ت. ط. د) ہو تیسرا حرف کوئی بھی ہو۔ امتداد او کھچاؤ ظاہر کرتے ہین چنانچہ مد۔ مط۔ مت تینون لفظ کشید گی ظاہر کرتے ہین، مدن۔ (طول قیام کو کہتے ہین) اسی لفظ سے مدون (کسی جگہ ایک مدت تک بسنا) نکلا، اسی مدون سے لفظ (مدینہ) اور تمدن نکلا ہے، تو اب معلوم ہوا، مدنیت اور تہذیب کی اصل یکجائی بو دوماند ہی،

آخر مین ہم جناب مصنف کی ایک شکایت کرینگے، اُردو دان طبقہ کو انجیل سے زیادہ قرآن کے ساتھ دلچسپی ہی، آغاز زبان۔ اس کی ترقی اور تنزل کی حقیقت آپ نے انجیل کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے زیادہ بہتر قرآن اور حدیث تھی، جس سے ہمارے ذہنون مین مضمون کی وقعت زیادہ ہو سکتی تھی، زبان دلچسپ ہی لیکن بعض مواقع پر پنجابی صیغون اور ترکیبون نے بہت کچھ کمی کر دی ہے،

کتاب چھوٹی تقطیع کے ۴۰ صفحات پر ہی لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸؍ پتہ مولوی احمد دین صاحب بی اے وکیل لاہور،

مطبوعات جدیدہ

ریاض الاظہر فی احوال البشیر حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور نے مولوی محمد باقر صاحب مرحوم کی مذکورہ بالا نام کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی سے اردو مین منظوم کرا کر شایع کیا ہی، یہ کتاب منظوم سیرت رسول صلعم ہی، انحضرت صلعم کے ولادت سے وفات تک کے حالات مع غزوات وغیرہ نہایت ہی صاف وشستہ نظم مین ادا کئے گئے ہین، یہ ریاض ۱۲ چمنون پر منقسم ہی، انوار رسالت، نوید رسالت، طلوع رسالت، نسیم نبوت، شمائل نبوت، تکمیل نبوت وغیرہ، میلاد کے لئے اچھی کتاب ہی، ضخامت ۱۵۰، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت مجلد ۸؍ پتہ:۔ حاجی محی الدین تاجر کتب نمبر ۳۹۹ موچی بازار بنگلور،

انتخاب مخزن حصہ دوم، مخزن مرحوم اردو کی زمانہ تک خدمت انجام دینے کے بعد سانس توڑ چکا ہی، یہ مجموعہ اسی کے دور آخر کے منتخب مضامین کا گلدستہ ہی، اوسکا حصہ اول اس کے عروج ہی کے زمانہ مین چھپ چکا تھا، اس حصہ کو شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نے شائع کیا ہی، انتخاب نظم ونثر دونون اچھا ہی، قیمت ۸؍ ضخامت ۲۰۰ صفحہ، شیخ سے طلب کیجئے۔

انتخاب مضامین جوہر، جامعہ ملیہ کے طلبہ نے تعلیم صحافت کے لئے ستمبر ۲۱ء مین ایک قلمی ہفتہ وار اخبار، الرشید نکالا تھا اس کے بعد "بہ تقاضائے حسن عقیدت اس ذات گرامی کے نام پر جو آج بیجا پور مین ہی، اس کا نام بدل کر جوہر رکھا گیا، جوہر نے مقبولیت حاصل کی اور طلبہ واساتذہ کے علاوہ بیرونی اصحاب نے بھی اس مین حصہ لیا، اب ویکے مضامین کا انتخاب شایع کیا گیا ہی، یہ مضامین مختلف علمی تاریخی، اور سیاسی موضوع پر ہین، آخر مین نظم کا دلچسپ حصہ بھی ہے، لکھائی چھپائی اعلی ضخامت ۱۴۰ صفحات قیمت ۸؍

فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ، ڈاکٹر مرزا کریم خان خدیو جنگ بہادر کی مذکورہ بالا نام کی

کتاب کا دوسرا اڈیشن ہے، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج و ہدایات ہین، جو اسکاوٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے اراکین کے لئے بہت مفید ہے، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۱۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے ۱۲ سکہ عثمانی یا ۱۲ کلدار پر مل سکتی ہے۔

قبضۂ فحی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہے جسے مرحوم مدر لینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۳/، صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہے،

اعظم ترین انسان مسٹر عبد السلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، انھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہے، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھ دیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہے، ضخامت ۶۰ صفحات قیمت ۸/ مسٹر عبد السلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سر سید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمر الدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے، قیمت ۴/

شاہین و دراج مولوی راشد الخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دار الاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہے، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہے، کتاب چھوٹے سائز کے ۹۰ صفحات پر ہے لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸/ دار الاشاعت سے طلب کیجئے،

روداد انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہے یہ رپورٹ انکی افتتاحیہ کاروائی کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے۔

مجلد یازدہم | ماہ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء | عدد پنجم

مضامین

کتاب کا دوسرا اڈیشن ہو، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج و ہدایات ہین، بوائے اسکاٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے اراکین کے لئے بہت مفید ہو، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۱۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے ۱۲؍ سکہ عثمانی یا ۱۲؍ کلدار پر مل سکتی ہو،

قبضۂ فجی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہو جسے مرحوم مدر لینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۳؍، صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہو،

اعظم ترین انسان مسٹر عبدالسلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، انھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہو کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہو، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھدیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہو، ضخامت ۶۰ صفحات قیمت ۸؍ مسٹر عبدالسلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سرسید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمرالدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہو، قیمت ۴؍

شاہین و دراج مولوی راشد الخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دارالاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہو، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہو، کتاب چھوٹے سائز کے ۹۰ صفحات پر ہے لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸؍ دارالاشاعت سے طلب کیجئے،

روداد انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہو یہ رپورٹ اسکی افتتاحیہ کاروائی کے حالات پر مشتمل ہو، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے،

مجلد یازدہم | ماہ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء | عدد پنجم

مضامین